مزدور کی اُجرت

بخاریؒ اور احمدؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن تین آدمیوں کے خلاف میں خود فریق بنوں گا۔

۱۔ جس نے میرے ساتھ عہد کر کے غداری کی۔
۲۔ جس نے آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت کھالی۔
۳۔ جس نے مزدور اجرت پر لے کر اس سے کام پورا پورا لیا لیکن اجرت پوری ادا نہ کی۔

الجامع الصغیر السیوطیؒ ج ۱ ص ۱۳۷

۲۲ر اکتوبر ۱۹۷۶ء
شوال ۹۰ھ

احادیثِ [illegible]

وبا کی سرزمین سے سفر

وَاِذَا اَصَابَتْ لِلنَّاسِ مَوْتٌ وَّ اَنْتَ فِيْهِمْ فَاثْبُتْ۔

ترجمہ: اور جس وقت لوگوں کو موت پہنچے اور تو ان کے درمیان میں ہو تو ٹھہرا رہ۔

اس سبق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کا اگلا حصہ بیان کیا گیا ہے جس میں آپ کی ساتویں نصیحت مذکور ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی بستی یا محلہ میں کوئی وبا پھیل جائے اور وہاں کوئی متعدی مرض شروع ہو جائے کہ لوگ اس مرض کا شکار ہو رہے ہوں۔ مثلاً کہیں ہیضہ اور طاعون پھوٹ پڑے اور ادھر ادھر موت کے منہ میں جا رہے ہوں تو مومن کو چاہیے کہ وہاں سے نکل کر کسی اور جگہ نہ جائے اس شہر کو چھوڑ کر کسی اور آبادی کا رخ نہ کرے۔ کیونکہ اس طرح ممکن ہے کہ اس بیماری کے جراثیم اس کے ساتھ اس بستی میں پہنچ جائیں۔ اور وہاں بھی وہ وبا متعدی شکل اختیار کر جائے۔ اس صورت میں اس نئی بستی کے تمام لوگ بھی خطرہ میں پڑ جائیں گے، وہ مرض کا شکار ہو جائیں گے اور موت کے منہ میں جا پڑیں گے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ اجتماعی فائدے کے لیے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال لیا جائے۔

بعض مذاہب کے لوگ بیماری کو عذاب اور اللہ کی ناراضگی کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک بیماری ایک آزمائش ہے اور جو بندہ آزمائش میں پورا اترے بیماری اس کے درجات کی بلندی کا ذریعہ بنتی ہے۔ بیماری میں انسان اپنے مولیٰ کے قریب ہوتا ہے۔ وہ اسے بار بار یاد کرتا ہے اور اس سے دعائیں مانگتا ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طاعون کو رجز وبا کی صورت میں آئی ہے اور بلائے بے درماں

کی شکل میں لوگوں کی موت کا باعث [illegible] ایک مسلمان کے لیے شہادت کا درجہ [illegible] ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادت کا [illegible] ذریعہ ہے۔

موطا امام مالکؒ اور سنن ابوداؤدؒ میں [illegible] اس موضوع پر ایک طویل حدیث ہے جس [illegible] شہادت کے سات ذرائع کا ذکر ہے۔ ان میں [illegible] ذریعہ طاعون سے شہادت پانے کا ہے۔

مندرجہ بالا حدیث سے مدعا یہ ہے کہ [illegible] شہر میں کوئی متعدی اور وبائی مرض پھوٹ [illegible] اور تم وہاں موجود ہو تو شہر سے اور کہیں نہ [illegible] کہ یہ موت سے ڈر کا نشان ہوگا۔ اور دوسری جگہ بیماری لے جانے کا سبب بن سکتا [illegible] یہ دونوں صورتیں کسی طرح بھی مستحسن نہیں [illegible]

دعاء

حضرت عمرو بن مرہ اور حضرت زید بن ارقم [illegible] عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس نبی کریم [illegible] نے فرمایا۔ اے علیؓ! میں تجھے ایسی دعا سکھاتا [illegible] ذریعہ تو دعا کرے تو تجھ پر اگر ریت کے ذروں کی تعداد [illegible] گناہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے [illegible]

اَللّٰهُمَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ [illegible] تَبَارَكْتَ سُبْحَانَكَ رَبَّ الْعَ[illegible]

اے اللہ! تیرے سوا کوئی [illegible] بڑے کرم والے بڑی برکت [illegible] عرش عظیم کا۔ (کنز العمال [illegible])

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

جلد نمبر ۲۲ —— شمارہ نمبر ۲۲

جاری کردہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز

مدیر مسئول

جانشین شیخ التفسیر

مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

رئیس التحریر

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ

مدیر :

محمد سعید الرحمٰن علوی

ادارہ تحریر

◎ —— مولانا محمد اجمل

◎ —— زاہد الراشدی

◎ —— صالح محمد صدیقی

بدل اشتراک

سالانہ —— ۳۵.۰۰

ششماہی —— ۱۸.۰۰

سہ ماہی —— ۹.۵۰

فی پرچہ —— ۰.۷۵

محکمہ اوقاف اور مسجد نور

چند ماہ قبل محکمہ اوقاف پنجاب نے گوجرانوالہ کی سب سے بڑی مسجد "جامع مسجد نور" کو اپنی تحویل میں لینے کا اعلان کیا تھا۔ جس کا نہ صرف شہر بلکہ گردونواح اور پورے ملک میں شدید ردِ عمل ہوا لیکن محکمہ نے کسی بات کا پاس و لحاظ کئے بغیر وہاں اپنی طرف سے خطیب بھی نامزد کر دیا یعنی مسجد کے اصل خطیب و بانی مولانا صوفی عبدالحمید کے بھتیجے قاری عبدالقدوس قارن۔

گوجرانوالہ کے شہریوں نے مشہور طالب علم رہنما نوید انور نوید کی قیادت میں مجلس تحفظ حقوق مساجد و مدارس کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ جس نے پُرامن احتجاج کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہ احتجاج اس طرح تھا کہ چند رضا کار اور دیگر اپنے مطالبات پر مشتمل بینرز لے کر بازاروں میں نکلتے لیکن انہیں دفعہ ۱۴۴ کے تحت گرفتار کر لیا جاتا۔ جبکہ ان کے درمیان اتنا فاصلہ ہوتا تھا جو دفعہ ۱۴۴ کی زد میں کسی صورت نہ آتا تھا۔ لیکن انتظامیہ نے گرفتاریاں کیں اور دھڑلے سے ! بلکہ بعض مواقع پر نہتے رضا کاروں پر تشدد بھی کیا۔ لیکن ایک مقصد کی خاطر سرگرم عمل ورکروں کے جذبات میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ اور انہوں نے مسلسل تحریک کو جاری رکھا۔ جس کے نتیجہ میں ڈیڑھ صد سے زائد ارکان جیل میں چلے گئے۔ یہ رضا کار رمضان المبارک میں بھی جیل ہی میں رہے تا آنکہ عید قریب آنے پر حکومتی حلقوں نے پُرامن مذاکرات کے ذریعہ مسئلہ حل کرنے کی پیش کش کی جسے مجلس نے منظور کر کے مذاکرات شروع کر دیے۔

مذاکرات کے نتیجہ میں مسجد کی واگزاری کے امکانات روشن

ہو گئے اس لیے مجلس نے رضاکاروں کو ضمانتوں پر رہا ہونے کی اجازت بھی دے دی۔ جس کے نتیجہ میں اکثر رضاکاروں نے ضمانتیں کرا لیں تاہم ۲۰/۲۵ رضاکاروں نے ضمانتیں کرانے سے انکار کر دیا اور واضح کر دیا کہ جب تک واگزاری کا اعلان نہیں ہوتا ہم جیل سے باہر نہیں آئیں گے۔ ان ضمانت نہ کرانے والوں میں جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی ناظم زاہد الراشدی اور محکمہ اوقاف کے نامزد خطیب قاری عبدالقدوس قارن بھی شامل ہیں۔ ان حضرات نے عید کی بابرکت اور پُر مسرت ساعات بھی جیل میں گزاریں۔ لیکن حکومت ہے کہ وہ ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ اور اسے اپنے وعدوں کا قطعاً پاس نہیں۔

اس صورت حال کو جمعیۃ علماء اسلام نے شدت سے محسوس کیا اور اپنی مجلس عمومی کے اجلاس ۴/۵ اکتوبر میں اس بات کا سختی سے نوٹس لیا اور نہ صرف مسجد نور کو واگزار کرنے بلکہ محکمہ اوقاف کو ہی توڑنے کی قرارداد پاس کی۔

جمعیۃ اس سے قبل اپنی مجلس شوریٰ کے ایک اجلاس میں بھی اس عنوان سے قرارداد منظور کر چکی ہے اور اس معاملہ میں اس کا موقف بڑا واضح ہے۔

جمعیۃ یہ سمجھتی ہے کہ محکمہ اوقاف ان تمام تقاضوں کو پامال کر رہا ہے جو شرعاً اس پر عائد ہوتے ہیں۔

اوّل تو فی الحال حکومت کا نظام ہی صحیح نہیں۔ یہ درست ہے کہ آئین کی حد تک ایسی صورت ہے جسے انتہائی بہتر صورت کہا جا سکتا ہے اور بقول قائد جمعیۃ مفتی محمود اس کا چلانے والا دیانت دار و مخلص ہو تو اس سے اسلامی، وفاقی اور جمہوری تقاضے پورے ہو سکتے ہیں۔ لیکن جس قسم کے عناصر آئین پر عملدرآمد کے ذمہ دار ہیں ان سے ایسی توقع ہی عبث ہے۔ اور ان حضرات نے سارے آئین کو ہی جب پس پشت ڈال رکھا ہے تو اوقاف کے معاملہ میں کسی اصلاح کی توقع ہی عبث ہے۔

ہم جمعیۃ علماء اسلام کی قراردادوں کی روشنی میں محکمہ اوقاف کو فی الفور توڑنے کا پُر زور مطالبہ کرتے ہوئے یہ بھی کہیں گے کہ مسجد نور کا معاملہ حل کیا جائے اور غیر مشروط طریق پر اسے واگزار کر کے تمام کارکنوں کے خلاف درج شدہ مقدمات واپس لیے جائیں اور حالات کو خراب ہونے سے بچایا جائے۔ ساتھ ہی تمام مکاتب فکر کے مدارس پر مشتمل تنظیم یعنی اتحاد المدارس العربیہ کے رہنماؤں سے گزارش ہے کہ وہ اس صورتِ حال کا مل جل کر جائزہ لیں تاکہ ملت کی صفوں میں رونما ہونے والا انتشار بھی ختم ہو جائے اور مساجد و مدارس کا تحفظ بھی ہو سکے۔

علیف
۱۳-۱۰-۱۹۷۶

پروگرام!

جانشین شیخ التفسیر قطب العالم ؒ شیخ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

۲۲ اکتوبر ۱۹۷۶ء بروز جمعہ دوپہر ساڑھے دو بجے پشاور ہوائی اڈہ پر رونق افروز ہوں گے۔ نماز عصر تک دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں بغرض عیادت استاذی المکرم حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہم العالی امیر انجمن خدام الدین ڈسٹرکٹ نوشہرہ بعد نماز مغرب مسجد تقویٰ بالمقابل گورنمنٹ کالج نوشہرہ صدر میں مجلس ذکر و بیعت و ارشاد۔ بعد نماز عشاء اسی مسجد میں درس قرآن عزیز اور مدرسہ انوار القرآن کے شعبہ ترجمۃ القرآن سے فارغ ہونے والے طلباء کو تقسیم اسناد و دعا۔

۲۴ اکتوبر، بروز اتوار (دن کو) اکابرین ملت حضرت میاں صاحب امیر پاکستان مدظلہم العالی اور حضرت علامہ افغانی دامت برکاتہم سے ملاقاتیں و عیادت (بمشورہ حضرت اقدس مدظلہ ان اکابرین کے آرام کے خیال سے اس میں احباب شامل نہ ہوں یہ خالصتاً نجی پروگرام ہے۔ شکریہ!) شام کو جامع مسجد گلبہار کالونی پشاور میں مختصر قیام — اور واپسی لاہور روانگی پونے آٹھ بجے بذریعہ طیارہ انشاءاللہ

احمد عبدالرحمن صدیقی، نوشہرہ صدر

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

علماءِ حق اور اُن کا مثالی کردار

از جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ ...... هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ صدق اللہ العظیم

ترجمہ : اور چاہیے کہ رہے تم میں سے ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کریں برائی سے اور وہی پہنچے اپنی مراد کو۔ (حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ)

گزشتہ معروضات کا خلاصہ

گزشتہ جمعہ کو میں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق عرض کیا تھا۔ اس سلسلہ میں امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ کے بہترین امّت ہونے کا قرآن عزیز سے ذکر ہوا اور بتلایا گیا کہ اس اعزاز و منصب کا سبب یہ ہے کہ یہ امت دوسروں کے لیے جیتی ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ خلق خدا کی بھلائی میں مصروف رہتی ہے۔ پھر اس ضمن میں یہ عرض کیا تھا کہ اس کام کے مختلف مدارج ہیں۔ عمومی سطح پر، علماء کی سطح پر اور حکمرانوں کی سطح پر۔

علماء اور فریضۂ تبلیغ

آج کی صحبت میں علماء کے متعلق چند باتیں عرض کرنا ہیں۔ یہ اشارہ ہو چکا تھا کہ ایک جماعت خاص اس کام کے لیے ہونی چاہیے۔ جو باقی تمام کاموں سے الگ تھلگ ہو کر اسی کارِ خیر میں مشغول رہے اور وہ اہل علم ہی ہو سکتے ہیں جو نیکی بدی کے تصوّر، ان کی حقیقت اور تبلیغ کے سلسلہ میں اسلامی طریق کار، ضابطہ حیات اور اس راہ کی باریکیوں کو سمجھتا ہو۔ چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں :-

"ظاہر ہے کہ یہ کام وہی حضرات کر سکتے ہیں جو معروف و منکر کا علم رکھتے اور قرآن و سنت سے باخبر ہونے کے ساتھ ذی ہوش اور موقع شناس ہوں۔ ورنہ بہت ممکن ہے کہ ایک جاہل آدمی معروف کو منکر یا منکر کو معروف خیال کر کے بجائے اصلاح کے سارا نظام ہی مختل کر دے۔ یا ایک منکر کی اصلاح کا ایسا طریقہ اختیار کرے جو اس سے بھی زیادہ منکرات کے حدوث (پیدا ہونے) کا موجب ہو جائے یا نرمی کی جگہ سختی اور سختی کے موقعہ پر نرمی برتنے لگے، شاید اسی لیے مسلمانوں میں سے ایک مخصوص جماعت کو اس منصب پر مامور کیا گیا جو ہر طرح دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہل ہو۔"

(حواشی ص ۸۱ مطبوعہ بجنور)

نبی علیہ السلام اور فریضۂ تبلیغ

جناب نبی کریم علیہ السلام جو اللہ کے آخری نبی

تھے۔ اپنی ۲۳ سالہ نبوی زندگی میں اسی فرض میں مشغول رہے۔ اور جہاں بھی جب بھی ضرورت پڑی۔ آپ خود تشریف لے گئے اور اپنے صاحب علم و تقویٰ ساتھیوں کو بھیجا جنھوں نے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔ اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرما دیا کہ :-

"جو حاضر ہیں وہ غائبین کو میرا پیغام پہنچا دیں"

اور اس کی فضیلت سے قرآن و حدیث بھرا پڑا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا :-

"خدا اس آدمی کو ترو تازہ رکھے جس نے میری بات سنی، اسے محفوظ و یاد کیا، اور آگے پہنچایا۔"

سلسلہ بہ سلسلہ

قرآن و سنت کے جاننے والوں نے اپنا فرض سمجھ کر ان کی اشاعت و تبلیغ میں عمریں کھپا دیں اور اس سلسلہ میں جو محنتیں کیں ان کو پڑھ کر عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جذبہ تبلیغ نے ہی پوری دنیا میں اسلام کو پہنچایا۔ مبلغین اسلام اور داعیانِ حق کی ہی محنتوں سے گلشنِ اسلام میں بہار آئی اور ہے۔ ورنہ اسلام اپنی تبلیغ و اشاعت میں حکمرانوں کا کبھی مرہونِ منت نہیں رہا۔

ہندوستان کے مشہور عالم سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" آپ پڑھیں تو آپ کو علماء ربانیین کی جد و جہد کا پتہ چلے گا کہ کس طرح ان حضرات نے بے پناہ ایثار و قربانی کر کے خدمتِ دین کی اور اسلام کو دنیا میں پھیلایا۔

برصغیر اور اسلام کی اشاعت

جہاں تک برصغیر کا تعلق ہے یہاں اسلام کی اشاعت تو بزرگانِ دین اور علماء کی مرہونِ منت ہے۔ اہل حق کہاں کہاں سے آئے اور کیسے کیسے انہوں محنت کر کے حق کو پھیلایا یہ ایک بڑی طویل داستان ہے۔ حضرت علی ہجویری، خواجہ اجمیری، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت بابا فریدالدین مسعود شکر گنج رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے لاتعداد اور ان گنت بزرگ ہیں جن کی ساری عمر اسی مشغلہ میں صرف ہو گئی۔ انہیں بسا اوقات انتہائی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن انہوں نے اخروی اجر و ثواب کے شوق میں اور حکم خداوندی سمجھ کر ہر مشکل برداشت کی لیکن اپنے فرض سے منہ نہ موڑا۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بعد قدرت نے کلمۃ الحق کی سربلندی، اس کی اشاعت و تبلیغ اور اس کے عملی اجراء و نفاذ کے لیے قدرت نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کو پیدا کیا۔ اور جب سے اب تک انہی کی اولادِ روحانی اس فرض کو نبھا رہی ہے۔ اور پورا کر رہی ہے۔ ان مبلغین اسلام و مجاہدین کے خالی نام ہی گنوائے جائیں تو کافی وقت خرچ ہو جائے گا ——

شاہ صاحبؒ کے چاروں صاحبزادے، پھر پوتے شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ، شاہ عبدالعزیزؒ کے مرید خاص سید احمد بریلویؒ، ان کے بعد شاہ محمد اسحٰقؒ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مدنیؒ اپنے حضرت لاہوری رحمہم اللہ تعالیٰ ذرا نظر تو دوڑائیں کیسے کیسے لوگ خدا نے پیدا کیے۔ ان حضرات نے علم پڑھا اور پھر ساری عمر اس کی خدمت میں گزار دی۔

علماء دیوبند کی خدمات کا دائرہ

ان حضرات کی خدمات علمیہ و عملیہ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ تدریس کا میدان ہو یا تقریر کا، تصنیف کا ہو یا تالیف کا۔ یہی لوگ آپ کو مشغول و مصروف نظر آئیں گے۔ حدیث کی کوئی کتاب نہیں جس کی شرح ان اکابر نے نہ لکھی ہو، قرآن کی متعدد تفاسیر ان کے قلم سے نکلیں۔ فقہ اور دوسرے علوم کی خدمت یہ کرتے نظر آئیں گے اور خدمت کے لیے مسجد و مدرسہ ہی کی بات نہیں جیل کی کوٹھڑی اور پھانسی کا تختہ ان کے لیے برابر تھا۔

گزشتہ صحبت میں حضرت لاہوریؒ کا ذکر کیا تھا کہ آپ نے جیل تک میں خدمت دین و قرآن کا سلسلہ جاری رکھا۔ ایک آپ پر ہی بس نہیں سب کا یہی عالم تھا۔

حضرت شیخ الہندؒ اور جیل

حضرت شیخ الہندؒ کو دیکھیں مالٹا میں بے چین، طبیعت چین سے نہیں بیٹھنے دیتی۔ قرآن کا ترجمہ ہو رہا ہے، حواشی لکھے جا رہے ہیں۔ مزید دیکھیں تو کوئی فتنہ ایسا نہیں جس کے مدمقابل ان حضرات نے کوشش نہ کی ہو۔ بالاکوٹ اور شاملی کے جہاد اور جیل اور پھانسی کس لیے تھا۔ انگریز اور دوسری استبدادی قوتوں سے گلوخلاصی ہی پیش نظر تھی۔ جب تک انگریز رہا یہ لوگ اس کے خلاف سرگرم عمل رہے۔ آج انگریز نہیں لیکن اس کی فکر اور سوچ موجود ہے۔ جب بھی یہ لوگ مصروف کار تھے اور آج بھی ان کی جدوجہد دینِ مصطفیٰ کی سربلندی کے لیے ہے۔

مرزائیت اور دوسرے فتنے

متنبی قادیان کا فتنہ اٹھا تو خدا نے سید محمد انور شاہ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے لوگ پیدا کر دیے، احرار جیسی سرفروش جماعت پیدا کر دی۔ رفض کا فتنہ ہے تو مولانا عبدالشکور لکھنوی شبانہ روز مصروف کار نظر آئیں گے۔ بدعات کا شور ہے تو مولانا مرتضیٰ حسن جیسے حضرات سرگرم عمل ہوں گے۔ تجدد و الحاد کی باتیں سامنے آئیں تو مولانا محمد قاسم اور حکیم الامت تھانوی حق کی ترجمانی کرتے نظر آئیں گے۔ روح اسلام یعنی تصوف کو بدنام کرنے اور اس کی اصل شکل کو بگاڑنے کا دھندا ہوا تو قدرت نے اس خانوادہ علمی کے ایک ایک فرد کو شیخ کامل کے مقام پر لا کھڑا کیا پھر ان حضرات نے احیاء سنت کا جذبہ بیدار کیا اور سوز دروں سے ایک دنیا میں حق کی جوت جگائی۔

برصغیر سے باہر

پھر محض برصغیر تک ان کی خدمات محدود نہیں بلکہ مدینہ طیبہ میں دارالعلوم الشرعیہ آج بھی خدمت علم میں مصروف ہے اور معلوم ہے کہ اس کے بانی حضرت مدنیؒ کے بھائی تھے۔ مکہ معظمہ کا مدرسہ صولتیہ کلکتہ کی ایک مخیرہ عورت صولت النساء نے بنایا اور زمام کار مولانا رحمت اللہؒ کے ہاتھ دے دی۔ جو ہمارے اکابر میں سے تھے اور جن کی خدمات بہ سلسلہ تردید عیسائیت اپنی مثال آپ ہیں۔

الجزائر کی جنگ آزادی کے ہیرو علامہ بشیر دیوبند کے فرزند تھے۔ ترکی، بلاد افریقہ، انڈونیشیا، ملایا، افغانستان ہر جگہ یہاں کے فضلاء مصروف کار ہیں۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ افغانستان، روس، ترکی، اٹلی اور مکہ معظمہ میں ۲۵ سال تبلیغ حق میں مصروف رہے۔ آخری ۱۳ سال مکہ معظمہ میں گزارے اور قرآنی سمندر میں غوطہ زن رہے۔ جب نظر اٹھائی تو

ھوالذی ارسل رسولہ الآیہ

کو قرآن کا موضوع قرار دیا یعنی غلبہ اسلام۔ میرے بڑے بھائی مولانا حبیب اللہ ربع صدی تک مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں درس دیتے رہے۔ ان کے علاوہ متعدد اکابر جب بھی اور آج بھی ہر جگہ مصروف ہیں۔

خوفِ خدا سے بے نیاز

لیکن خوفِ خدا سے بے نیاز لوگ ان اکابر کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ وہابیت کا فتویٰ ہے۔ توہین رسولؐ کا سنگین الزام ہے، معجزات و کرامات سے انکار کا بھونڈا اعتراض ہے اور ہر وہ بات کہی جاتی ہے جس کی مذہب، اخلاق اور دیانت کسی صورت اجازت نہیں دیتے۔ حیرت ہوتی ہے کہ علماء دیوبند اللہ کی توحید کے سب سے بڑے علمبردار محمد کریم علیہ السلام کے سچے عاشق، آپ کے دین کے خادم، فقہ حنفی کے ترجمان اور ماننے والے، سلاسل اربعہ سے متعلق، لیکن یار لوگ جنہوں نے انگریزی دور میں ہندوستان کو دارالامن کہا، انگریز کو دعائیں دیں، تعویذ دیے، اس کے حق میں فتوے دیے۔ اس کے مخالف لوگوں کو

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

۱۴

احسن القصص

افادات: حضرت مولانا علامہ [illegible] پروفیسر اورینٹل [illegible]

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم:
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:-
وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا ... تا ...
اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِيْنَ - صدق اللہ العلی العظیم

با محاورہ ترجمہ

اور اس عورت کے دل میں یوسف علیہ السلام کا خیال تو جم ہی گیا تھا اور یوسف علیہ السلام کو بھی اس کا خیال ہو چلا تھا۔ اگر وہ اپنے پروردگار کی دلیل کو دیکھ نہ لیتے تو بدی کا ارتکاب کر بیٹھتے۔

اس طرح سے ہم نے انہیں جتا دیا تاکہ ہم ان سے چھوٹی اور بڑی برائی کو دور رکھیں۔

بے شک یوسف علیہ السلام ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔

دونوں دروازے کی طرف بھاگے اور اس عورت نے یوسف علیہ السلام کا کرتہ پیچھے سے پھاڑ دیا اور دونوں نے اس عورت کے شوہر کو دروازے پر کھڑا پایا۔

عورت بولی۔ جو شخص تمہاری بیوی سے بدکاری کا ارادہ کرے اس کی سزا سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے کہ اسے قید میں ڈال دیا جائے۔ یا سخت سزا دی جائے۔

یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ اسی عورت نے اپنی مطلب برآری کے لیے مجھے پھسلایا اور پھر اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے گواہی دی۔

اگر یوسف (علیہ السلام) کا کرتہ سامنے سے پھٹا ہو تو عورت سچی اور پھر یوسف جھوٹے۔

اور اگر یوسف کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہو تو عورت جھوٹی اور یوسف (علیہ السلام) سچے۔

جب اس عورت کے شوہر نے یوسف (علیہ السلام) کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا۔ تو اس نے کہا یہ تم عورتوں کی چالاکی ہے۔ تمہاری چالاکیاں بھی واقعی بہت بڑی ہوتی ہیں

اے یوسف! اس بات پر مٹی ڈالو۔

اور اے عورت! اپنے گناہ کی معافی مانگ۔ بے شک سراسر تو ہی قصوروار تھی۔

تفسیر

ولقد همت به اس آیت کریمہ کی دو تفسیریں آپ سماعت فرما چکے۔

ایک تو یہ تھی کہ اس عورت کے دل میں تو یوسف علیہ السلام کا خیال جم ہی گیا تھا۔ یوسف علیہ السلام کو بھی اس کا خیال ہو چلا۔

بات ختم ہوئی۔ لولا ان رای برهان ربه لجا معها۔ یہ جواب شرط ہے جو محذوف ہے اگر وہ اپنے خدا کی دلیل کو دیکھ نہ لیتے تو بدکاری کا ارتکاب کر لیتے۔

دوسری تفسیر یہ تھی ولقد همت به بات ختم۔ وهم بها لولا الآیہ گویا وهم بها اور لو لا ان رای کے درمیان وقفہ نہیں یعنی اگر وہ اپنے

خدا کی دلیل کو دیکھ نہ لیتے تو ان کو بھی خیال ہو جاتا لیکن ان کو خیال اس لیے نہیں ہوا کہ انہوں نے دلیل دیکھ لی۔

ان دونوں تفسیروں کی بنیاد پر یہ معلوم کرنا ہے۔ کہ وہ دلیل اور برہان کیا تھی؟

تفاسیر میں اس برہان کے متعلق قدیم سے لے کر جدید تک جو کچھ مفسرین نے لکھا ہے وہ عرض کرتا ہوں۔

برھان سے مراد یہ ہے کہ چونکہ زنا امر قبیح ہے اس لیے مجھے اس کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے۔ گویا وقت پر یہ بات انہیں سوجھ گئی۔ اور انہوں نے یہ دلیل و برہان دیکھ لی، بات ان کی سمجھ میں آ گئی۔ کہ جس عمل کی طرف یہ عورت مجھے دعوت دے رہی ہے۔ یہ گناہ کبیرہ ہے۔ عام آدمی کو بھی زیب نہیں دیتا ہے کہ وہ اس امر قبیح کا ارتکاب کرے چہ جائیکہ میں اس کا ارتکاب کر دوں۔

دوسری بات! آپ غور فرمایئے اس سے پہلی آیت میں ہے۔ انہ ربی احسن مثوای۔ اللہ کی پناہ، وہ تو میرا خدا ہے۔ اس نے میرا ٹھکانہ اچھا کیا ہے (یہ دوسری تفسیر ہے جیسا کہ گزرا) تو لولا ان رای برھان ربہ میں اسی بات کا حوالہ ہے جو یوسف علیہ السلام پہلے کہہ چکے تھے۔ یعنی یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آتی کہ اللہ نے مجھے یہاں اچھا ٹھکانہ دیا۔ اس کے کتنے انعامات ہیں مجھ پر، تو پھر وہ بدی کا ارتکاب کر لیتے۔ لیکن بات سمجھ آ گئی

تیسری بات: بعض قدیم تفاسیر میں لکھا ہے کہ جب یہ صورت حال تھی تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت یوسف علیہ السلام کے سامنے آ گئی۔ تو انہوں نے دانتوں میں انگلی دبا لی۔ جب انہوں نے باپ کو اس حال میں دیکھا تو یہ بھاگے اور عورت پیچھے بھاگی۔

اور بات: حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنا ہاتھ یوسف علیہ السلام کے سینہ پر مارا تو قوت شہوانیہ ختم ہو گئی۔ اور کوئی خواہش نہ رہی۔ بیضاوی کشاف وغیرہ نے یہ باتیں لکھی ہیں۔

اخیری بات: جب یہ صورت تھی تو یوسف علیہ السلام کے سامنے ایک تحریر آ گئی۔ جس کا منشاء یہ تھا کہ اللہ نے تمہیں اتنا بڑا مقام دیا ہے اس امر قبیح کا ارتکاب نہ کرنا ورنہ اللہ کی بارگاہ سے مطرود ہو جاؤ گے، دور ہو جاؤ گے اور کر دیے جاؤ گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یوسف علیہ السلام بھاگ گئے۔

اس سے اندازہ لگایئے کہ پیغمبر تک اپنی مرضی سے کسی بات سے بچ نہیں سکتا جب تک اللہ نہ بچائے، ماسوی کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

پیغمبر معصوم ہوتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے اندر کی تمام قوتیں سلب ہو گئیں۔ بلکہ بدرجہ اتم اس کے اندر سب قوتیں موجود ہوتی ہیں۔ لیکن اللہ نے اس کو ایسا کنٹرول دیا ہوتا ہے کہ دوسرا ایسا کنٹرول نہیں کر سکتا۔ ورنہ فرض کیجیے کسی کے اندر ایسی قوت ہے نہیں تو اس کا کیا کمال؟ ایک شخص عنین ہے، قوت مردمی سے محروم ہے۔ اگر وہ برائی سے بچتا ہے تو اس کا کیا کمال؟ اس لیے کہ اس کے اندر قوت ہی نہیں۔ کمال وہاں ہے جہاں اللہ نے بھرپور قوت دی اور اس کے ساتھ کنٹرول کی قوت عطا فرمائی۔

کذالک لنصرف۔ کذالک سے مراد ہے؟ جس طرح ہم نے اس موقعہ پر یوسف علیہ السلام کے قدم جما دیئے کیوں؟ تاکہ سوء اور فحشاء کو اس سے دور کر دیں۔

سوء سے مراد مفسرین کا خیال ہے کہ گناہ صغیرہ ہیں اور فحشاء سے مراد کبیرہ۔ ہم نے اس کے قدم اس موقعہ پر جمائے رکھے۔ ان کے قدم نہ ڈگمگائے باوجودیکہ عورت نے بھرپور دعوت دی۔ یہ اس خاطر تھا کہ ہم یوسف علیہ السلام کو چھوٹی بدی سے بڑی بدی سے بچا لیں۔

دوسری بات: کذالک، ہم جس طرح یوسف علیہ السلام کو لے جا رہے تھے اور جہاں پہنچانا تھا اس کے لیے بیچ میں یہ ناگزیر مرحلہ تھا۔ اس مرحلہ میں اسے آزمانا تھا اس لیے ہم نے اسے بچایا اور ہم نے اسے علم دیا کہ اسے چھوٹی اور بڑی برائی سے بچائیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ انہ من عبادنا المخلصین۔ وہ ہمارے

برگزیدہ بندوں میں سے اور ہم اپنے مخلص بندوں کی ہمیشہ دستگیری اور امداد کرتے ہیں۔

اس سے اندازہ ہوا کہ اگر آدمی اپنا وقت اطاعت و نیکی میں گزارے تو اگر کہیں خدانخواستہ آزمائش کا مرحلہ آ بھی جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے بچا لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ طاعت گزار ہوتے ہیں۔ انہ من عبادنا المخلصین دلیل کے طور پہ کہا ہے۔

ایک تو یہی قرأت ہے جو ہم عام پڑھتے ہیں یعنی مخلَصین میں لام کا زبر۔ ایک ہے لام کا زیر۔ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے، وہ اطاعت گزار و وفا شعار تھے۔

وستبقا، عورت برائی کی دعوت دے رہی ہے، یوسف علیہ السلام اس سے بچنا چاہتے ہیں۔ یہ کشمکش جاری ہے کہ برہان نے ان کی دستگیری فرمائی تو ان کے خیال میں آیا کہ یہاں سے نکلے بغیر چارہ نہیں۔ چنانچہ وہ اندر سے بھاگے۔ لیکن آپ سماعت فرما چکے ہیں کہ اندر سے کنڈیاں لگا دی تھیں، دروازے بند تھے۔ درواز کی جانب بھاگے۔ قرآن کے سیاق سے اندازہ ہوتا ہے کہ کمرہ کئی دروازوں والا تھا۔ تو یوسف علیہ السلام بھاگے انہوں نے نکلنا چاہا تو اس نے پیچھے سے کرتہ پکڑ لیا۔ یہ قوت سے نکلنے کی کوشش میں تھے تو زور سے اس نے کھینچا تو وہ پھٹ گیا۔

اس بھاگم بھاگ میں دروازہ پر پہنچے تو دیکھا کہ اس عورت کا شوہر دروازے پر موجود ہے۔ اب عورت کیا کیا جواب دیتی؟ عورت نے چالاکی سے کام لیا اور کہا

ما جزاء من الآیہ یہ اس عورت کا مقولہ ہے جس کے متعلق آپ قصوں میں پڑھتے ہیں کہ وہ پھر جوان ہو گئی اور اس سے یوسف علیہ السلام کا نکاح ہوا۔

شرمندگی اور خفت مٹانے کے لیے اس نے اپنے خاوند سے کہا کہ تمہاری بیوی سے بدکاری خواہش رکھنے والے کی سزا کیا ہو سکتی ہے سوائے اس کے کہ اس کو قید کر دیا جائے یا جسمانی طور پر سخت سزا دی جائے۔ وہ جان گئی کہ رنگے ہاتھوں میں یہاں پکڑی گئی۔ اس لیے خفت مٹانے کی غرض سے ایسا کہا۔ کہ اس نے میرے ساتھ بدکاری کرنا چاہی میں نہ مانی تو اس نے بچنے کے لیے بھاگنے کی کوشش کی میں نے اس کا تعاقب کیا۔ تو

تورات بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ اس نے ایسا ہی کہا لیکن جھوٹ جھوٹ ہے نکل ہی آتا ہے۔ عورت نے اس ڈھٹائی سے کام لیا اور پیغمبر پر الزام لگایا تو یوسف علیہ السلام سے نہ رہا گیا وہ بھی بول پڑے۔ کیا بولے؟

یہ آئندہ، انشاء اللہ تعالیٰ۔

بقیہ: خطبہ جمعہ

سپاسنامے پیش کیے۔ وہ ان کو برا کہتے ہیں۔ فیا للعجب حالانکہ ان کا قصور محض یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ خدا کو خدا اور مصطفیٰ کریمؐ کو مصطفیٰؐ جانو۔ عقائد و اعمال میں گڈمڈ نہ کرو۔ لیکن حضور علیہ السلام کی محبت کے جھوٹے مدعی آپؐ کی آخری نصیحت کو بھلا کر قبروں پر سجدے کرتے ہیں۔ چڑھاوے چڑھاتے ہیں، غیر اللہ کی نذریں مانتے ہیں، قبروں پر دیئے جلاتے ہیں، عرس اور برسیاں مناتے ہیں، پختہ مزارات بناتے ہیں اور منع کرنے پر وہابی اور نہ معلوم کیا کیا کہتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ واضح ہے۔ اس لیے ہم اپنے ان گم گشتہ راہ یا حسد و عناد کا شکار بھائیوں کے لیے دعاگو ہیں کہ خدا ان کو ہدایت دے۔ یہ مسلمانوں کو کافر کہنے سے گریز کریں۔

حضرت سید محمد انور شاہؒ خدام الدین کے جلسہ میں لاہور تشریف لائے۔ دہلی دروازہ کے جلسہ میں انہوں نے ایک سوال کے جواب میں ان لوگوں کے متعلق واضح طور پہ کہا۔ کہ ہم انہیں مسلمان کہتے ہیں۔

ہمارے شیخ الشیخ اور استاذ الاستاذ نے یہ فتوے دیا اور ہم اسی پر عمل پیرا ہیں لیکن انہیں خدا کا خوف نہیں۔

اللہ تعالےٰ شرارت و حسد سے بچائے اور اپنی مرضی کا پابند بنائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

وصفِ امانت اور حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ

تحریر :- جناب لال دین اخگر

صادق و امین ہونا بھی اوصافِ نبوت میں سے ہے۔ اور یہ وہ مبارک وصف ہے جس کی برکت سے بارگاہ رب العزت میں درجات بڑھتے ہیں۔ اور خلقِ خدا میں عزت و عظمت حاصل ہوتی ہے سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ جو ہم عصر مؤرخین میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے تکلیفِ شرعی کو امانت کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس کے بعد سورۃ احزاب کی مندرجہ ذیل آیت پیش کرتے ہیں۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔

ترجمہ :- ہم نے اپنی امانت آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کی۔ پس انہوں نے اپنے ضعف کے پیشِ نظر اٹھانے سے انکار کیا۔ اور اس ذمہ داری سے ڈر گئے۔

اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں "اس سے ظاہر ہوا کہ یہ پوری شریعت ایک خدائی امانت ہے۔ جو ہم انسانوں کے سپرد ہوئی ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کے مطابق اپنے مالک کا پورا پورا حق ادا کریں۔ اگر ہم ایسا نہ کریں تو خائن ٹھہریں گے۔

انبیاءِ کرام کو قرآن عزیز نے امین کے مبارک لقب سے پکارا ہے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے بھی کفارِ مکہ کے نزدیک صادق امین تھے۔ حتیٰ کہ شبِ ہجرت تک ان لوگوں کی امانتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں۔ آپ نے حضرت علی رضؓ کو فرمایا۔ کہ کفارِ مکہ کی امانتیں واپس کر کے مدینہ منورہ آجائیں۔

جس شریعت میں خون کے پیاسوں کی امانتوں کا واپس کرنا فرض عین۔ اس میں امانت و دیانت کی تعلیم کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضؓ نے روایت کیا ہے کہ بہت کم ایسا ہوا۔ کہ رسولِ انس و جاں صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا ہو۔ اور اس میں یہ نہ فرمایا کہ لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ

ترجمہ :- اس شخص کا ایمان نہیں جو امین نہ ہو۔ اور اس شخص کا دین نہیں جس کو اپنے عہد کے پورا کرنے کی پرواہ نہیں۔

امانت و دیانت ایک فطری جوہر ہے۔ اور ہر زمانے میں اسلامی معاشرے کا محافظ یہی وصف رہا ہے۔ اس کے برعکس بد یانتی اور خیانت ہے، جو حقوق العباد کے تمام تر پاکیزہ جذبات کو گدلا کرنے والے زوال میں سے ہے۔ اگر پیغمبرِ وقت اور ولی اللہ امین ہیں۔ تو شیطان ان کے مقابلہ میں خائن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خیانت کو ایمان اور دینِ اسلام کے بالکل منافی فرمایا ہے۔ ایمان کا تقاضا ہے۔ کہ انسان صادق و امین ہو۔ اور دینِ اسلام کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے وعدے کا پاس رکھتا ہو۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے باقی کمالاتِ ولایت کے ساتھ ساتھ امانت کی خوبی بھی آپ میں بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ آپ قطبِ عالم ہوں۔ اور دیانت و امانت کے انوار آپ کے کردار میں نمایاں حیثیت نہ رکھتے ہوں۔ آیئے حالات کی روشنی میں چند لمحات کے لئے غور کیجئے۔

گوجرانوالہ کی سرزمین میں جب آپ طفولیت کی گھڑیاں گزار رہے تھے: اور حضرت مولانا عبدالحق مرحوم آپ کے اولین اتالیق آپ کو اپنے صاحبزادوں (مولوی محمد اسماعیل اور مولوی محمد ابراہیم صاحب) کے ساتھ اپنے گھر پر رکھا کرتے تھے۔ آپ کا بیان ہے۔ کہ میرے مشفق استادِ محترم مجھ کو اپنے بچوں کی طرح پیار کیا کرتے تھے"

یہ بیان اگرچہ بظاہر سادہ اور اپنے اندر کوئی جاذبیت نہیں رکھتا ہے مگر حقیقت بین نگاہوں کے لئے اس میں امانت و دیانت کا ایک مہکتا ہوا چمنستان موجود ہے، حضرت مولانا

عبدالحق مرحوم کی جوہر شناسی کی ہم کیسے داد دے سکتے ہیں۔ کہ مستقبل میں قطب الاقطاب ہونے والے دس سالہ بچے کی عادات میں امانت و دیانت کے جوہر کو اس طرح قریب ہو کر پہچانا۔ کہ آپ کو اپنے گھر کا ایک صادق و امین فرد عزیز بنا کر رکھا۔ کسی شاگرد کو گھر پر رکھ کر اپنی اولاد سا سلوک کرنا اس خوش نصیب بچے کو حاصل ہو سکتا ہے، جس کی طفلانہ اداؤں میں بھی امانت کا حسن موجود ہو۔ اور اس سے آگے چل کر امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کے حضور میں آپ کی زندگی کا مطالعہ کرنے والے بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں۔ کہ حضرت سندھی نے آپ کو بچپن سے لے کر شباب تک اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ اور اور جب سالہا سال کی تعلیم و تربیت کے بعد سن رشد کو پہنچے۔ تو آپ حضرت کلیم اللہ کی طرح یقیناً قوی الآمین تھے۔ تبھی تو حضرت سندھی مرحوم نے اپنی صاحبزادی کا عقد آپ کے ساتھ کر دیا تھا۔ حضرت رحمتہ اللہ کو امانت کا جوہر وہبی طور پر ملا تھا۔ اور پھر اس کی پرورش کا سامان خالق نے حضرت دین پوری مرحوم اور حضرت امروٹی مرحوم جیسے عارفوں کی مشفقانہ نگاہوں میں کروا دیا۔ واقعات کی تشریح و توضیح کا یہ مقام نہیں فقط اشارات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ حضرت سندھی مرحوم ۱۹۱۵ء میں جب نظارت المعارف القرآنیہ دہلی سے حضرت شیخ الہند محمود الحسن مرحوم کے ارشاد پر کابل کی طرف ہجرت کر کے جا رہے تھے۔ تو مدرسہ مذکورہ کے اہتمام کی ذمہ داری حضرت شیخ التفسیر کے کندھوں پر ڈال گئے۔ آپ کو یقین کامل تھا۔ کہ میرے عزیز مولانا احمد علی صاحب ان تمام تر ذمہ داریوں سے ہر مشکل وقت میں بھی عہدہ برآ ہوں گے، جو مدرسہ کے اغراض و مقاصد کے لحاظ سے ان کو سونپی جا رہی تھیں۔ چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ آپ کا قدم کسی موقعہ پر بھی نہیں ڈگمگایا۔ قید و بند کی صعوبتوں میں بھی ہر قسم کے راز کی امانت کو محفوظ رکھا۔ حضرت سندھی کے انقلابی قلب و نظر کے اشارات پر زندگی وقف کرنا کوئی معمولی کام نہیں تھا۔ لیکن آپ پُرخطر سے پُرخطر ماحول میں بھی ان کے خادمانہ رفیق کار بنے رہے۔

افغانستان کی ہجرت کے موقعہ پر آپ کو امیر قافلہ منتخب کیا گیا۔ اور پانچ ہزار کی ایک رقم خطیر آپ کے حوالے کی گئی۔

آپ نے یہ رقم مجوزہ اور متفقہ پروگرام کے مطابق امیر امان اللہ خان کی خدمت میں اجتماع عام میں پیش کی۔ یہ صداقت و امانت کے ولولے تھے، جو آپ کو انتہائی منزل کمال کی طرف لے جا رہے تھے۔ آپ نے مختلف وقتوں میں مختلف تحریکوں میں حصہ لیا۔ مگر آپ کے شرکار کار نے آپ کو امین و صادق یقین کر کے ہر موقعہ پر تکریم کی نگاہوں سے دیکھا ہے انجمن خدام الدین کی تشکیل کا سنہری موقعہ آیا۔ اس عہد آفرین مبارک اجلاس میں حضرت شیخ التفسیرؒ کے چند مربی و محسن بھی شامل تھے۔ جب امیر کے انتخاب کا وقت آیا۔ تو سب کی نظر انتخاب آپ پر پڑی۔ پروردگار عالم کی حکیمانہ نوازشات کا اندازہ کیجئے۔ کہ آپ کا انتخاب کروا کر تقریباً نصف صدی تک اس انجمن سے وہ کام لیا، جس کی نظیر ہند و پاک میں شاید ہی کوئی انجمن پیش کر سکے۔ اشاعت کتاب و سنت کے ساتھ ساتھ اس روحانی مرکز ہدایت نے خدمت اسلام کا وہ کارنامہ سر انجام دیا کہ جس کی مثال قرون سابقہ میں ہی مل سکتی ہے۔ تہذیب حاضرہ کی مسلی ہوئی ضمیریں چند صحبتوں میں نور ایمان سے منور ہو جاتی تھیں۔ آپ نے انجمن کے ہر شعبے کو نہایت دیانت سے چلایا۔ آپ نے اپنی شبانہ روز سرگرمیوں کو انجمن کے فروغ کے لئے وقف کر رکھا تھا اور ساری زندگی انجمن کی آمدنی سے ایک پائی بھی تنخواہ کی صورت میں نہ لی۔ آپ کا کردار ارشاد نبویؐ کی عملی تصویر تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ المجالس بالامانۃ رسالہ خدام الدین کی اشاعت کا کام شروع ہوا۔ تو آپ بھی عام خریداروں کی طرح اس کے خریدار تھے۔

یا الٰہی حضرت شیخ التفسیرؒ کے جذبۂ امانت کی بدولت ہماری زندگیوں میں بھی دیانت کے جوہر پیدا فرما۔

یہ ذوقِ فلم بینی ہے سراسر معصیت کاری

خیالوں کی نگاہوں کی سماعت کی گنہگاری

شریعت کے استحکام کی بنیادیں

شیخ محمد المدنی ــــــــــــ ترجمہ: عارف اقبال

(قسط اوّل)

انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ پابندیوں کو ناپسند کرتا ہے اور مشقت سے بھاگتا ہے وہ چاہتا ہے کہ بالکل آزاد ہو جو چاہے کرے اس پر کوئی قید نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کائنات کا ایک ایسا وجود ہے جسے اپنی فہم و فکر، عقلی برتری اور شخصی آزادی کا پورا پورا احساس ہے۔ یہ سوال ہمیشہ اس کے ذہن میں رہتا ہے کہ کیا اس پر پابندی لگانے والوں نے عدل و انصاف سے کام لیا ہے یا وہ اس میں حد سے گزر گئے ہیں؟

کسی بھی پابندی کو قبول کرنے سے پہلے انسان کے ذہن میں تین سوال اُٹھتے ہیں میں یہ پابندی کیوں قبول کروں؟ جبکہ بنیادی طور پر انسان آزاد مطلق ہے۔ میرے اوپر پابندی عائد کرنے کا حق کس کو ہے؟ کیا اسے قانونی برتری حاصل ہے اور یہ قانونی برتری ایسی ہے کہ میرے اوپر یہ پابندی اور قانون لاگو کروا سکے؟ جب پابندی کی بنیادی ضرورت کا احساس ہو جائے اور پابندی لگانے والے کے اختیار کا اعتراف کر لیا جائے تو تیسرا سوال یہ اٹھتا ہے کہ اس با اختیار قوت نے مجھے پابند کرنے میں انصاف سے کام لیا ہے یا بے جا طور پر حد سے بڑھ کر کام کیا ہے؟ جب انسان کو ان تینوں سوالوں کا معقول جواب مل جاتا ہے خواہ وہ اس نے خود ڈھونڈے ہوں یا کسی اور سے سُن کر مطمئن ہو گیا ہو تو وہ اس قوت کے آگے جھک جاتا ہے جس نے اسے پابند کیا ہے اور اس کے احکام کی برضا و رغبت اطاعت کرنے لگتا ہے اور علانیہ یا پوشیدہ کسی طور سے بھی اس پابندی سے چھٹکارا پانے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ وہ اس سے تعلق محسوس کرتا ہے اور اس میں راحت پاتا ہے۔ وہ اس کے لیے ایک مانوس چیز ہو جاتی ہے اور اگر ضرورت پڑ جائے تو وہ اس کی مدافعت کرتا ہے اور اگر کبھی کوئی اس پابندی کو ہٹانا چاہتا ہے تو وہ اسی پابندی کی حمایت کے لیے جوش میں آ جاتا ہے جسے اپنے اوپر عائد کرنے کا خیال ہی کبھی اسے مشتعل کر دیتا تھا اور یہ اس لیے کہ اب اس کا دل مطمئن ہے اور اسے ان تینوں سوالات کے تسلی بخش جواب مل چکے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ قوانین و احکامات اپنے قیام و بقا کے لیے تین ستونوں کے محتاج ہیں جو یہ ہیں:

۱۔ لوگوں کو مکلّف کرنے اور اُن پر قوانین نافذ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اُن میں اس قسم کی پابندی کی ضرورت کا احساس موجود ہو۔ دوسرے الفاظ میں معاشرہ میں پابندی اور قانون کے ضروری ہونے کا ایک عام احساس و شعور پیدا ہوتے بغیر اس کو نافذ کرنا مناسب نہیں ہے۔

۲۔ پابندی ایک ایسی بالاتر قانونی قوت کی طرف سے ہونی چاہیے جو یہ حق رکھتی ہو کہ قانون بنائے اور لوگوں کو مکلّف کرے۔

۳۔ لازم ہے کہ یہ پابندی بقدر ضرورت ہو اور اس میں کسی قسم کی زیادتی نہ ہو۔

جس قانون سازی کی عمارت ان تین ستونوں کے اوپر کھڑی ہو اس کی بنیادیں سالم اور مضبوط ہوتی ہیں اور جہاں یہ نہ ہوں وہاں کی عمارت ہمیشہ متزلزل رہتی ہے اور موقعہ ملتے پر انسان خود اس کو گرانے کی کوشش کرتا ہے۔

قرآن کریم میں جو قوانین بیان کیے گئے ہیں ان میں بنیادی طور پر ان تینوں باتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔ اب ہم ایک ایک کر کے اُن کا جائزہ لیں گے۔

جس نظام قانون کو قبول کرنے کے لیے لوگوں کے دل آمادہ نہ ہوں اُس کا اجراء مناسب نہیں ہے معاشرے میں اس کو قبول کرنے کی ضرورت کا عدم احساس موجود ہونا چاہیے۔ سب جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم مکّہ میں تیرہ اور مدینہ میں دس سال دعوتِ اسلام کی جدوجہد میں مصروف رہے۔ مکّی دَور طویل تر ہے لیکن اس عرصہ میں کوئی تفصیلی قانون سازی نہیں ہوئی۔ قرآن کی آیات کا محور توحید کے مبادی رہا یہ بتایا گیا ہے کہ عبادت صرف اللہ تعالےٰ ہی کے لیے مخصوص ہونی چاہیے۔ بتوں اور پتھروں کی پوجا انسان کے شایانِ شان نہیں بلکہ اس کی عقل اور وقار کے منافی ہے۔ ان فضائل اور اخلاق عالیہ پر بھی

دور دیا گیا جس پر اسلام، معاشرہ کی تعمیر چاہتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مکی دور تھا۔ اسلام کا منشا یہ تھا کہ پہلے لوگوں کو بت پرستی اور شرک کی نجاست سے پاک کر کے دلوں کو ایمان کے لیے تیار کرے اس کے بعد ایک ایسی قوم اور ایسی سلطنت وجود میں آ گئے جو مفصل قانون کی ضرورت خود محسوس کرتی۔ اگر قانون اسی دور میں نازل ہو جاتا تو عربوں کے لیے اس کا نفاذ آسان نہ تھا۔ اس لیے کہ ابھی اُن کو اس کی ضرورت کا احساس نہیں ہوا تھا بُت پرستوں کا ایک ایسا گروہ جو جنگ و جدل، قتل و خون ریزی اور ڈاکہ و لوٹ مار کا عادی ہو۔ اس سے چھوٹتے ہی یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو ایک نظامِ قانون کا پابند کر دیا ہے ؟ ہونا یہ چاہیے کہ پہلے اُن کو اللہ کے نام سے روشناس کرایا جائے اور پھر اُن میں یہ احساس پیدا کیا جائے کہ جس طرح وہ اپنی پیدائش اور تخلیق میں اللہ کے محتاج ہیں اسی طرح اپنی زندگی کے قانون اور نظامِ تہذیب کے لیے بھی وہ اسی کے محتاج ہیں۔ اس کے بعد قانون کا نزول ہونا چاہیے۔

پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جماعت کے ساتھ مکّہ سے مدینہ منتقل ہو گئے تو بھی ہم یہ نہیں دیکھتے کہ قانون سازی کا کام یک دم ہو گیا ہے نہ ہی یہ ہوا کہ مذہبی اور معاشرتی زندگی کے ہر پہلو کے بارے میں تمام احکام یکدم آ گئے ہوں اور ایک جامع و مانع کتاب لوگوں کے ہاتھ میں تھما کر کہہ دیا گیا ہو کہ اس میں وہ تمام قوانین موجود ہیں جن کے تم مکلف کیے گئے ہو۔ اگر اللہ چاہتا تو یہ بھی ہو سکتا تھا کہ یک دم تمام قوانین نازل ہو جاتے، لیکن اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں کیا بلکہ اس نے شریعت کے نفاذ میں تدریج سے کام لیا۔ اس سلسلہ میں شراب اور سود کے متعلق شریعت کے طرزِ عمل کو میں ذرا وضاحت سے بیان کروں گا۔

شراب کی حرمت

اللہ تعالےٰ نے شراب کو یک جنبش حرام قرار نہیں دیا۔ بلکہ شراب کی حرمت کا حکم چار مراحل میں نازل ہوا۔ سب سے پہلے مکی دور میں قرآن نے تلویحاً اشارہ کیا۔ سورہ نحل کی اس آیت میں شراب کی حرمت یا خباثت کی کوئی تصریح نہیں ہے۔

ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون
منہ سکراً و رزقاً حسناً ط (پ ۱۴ سورہ ۱۶ آیت ۶۷)

ترجمہ: اور کھجور و انگور کے پھلوں سے تم نشہ کی چیز اور عمدہ کھانے کی چیز بناتے ہو۔

یہاں دو چیزوں کا ذکر ہے، سکر جو کھجور اور انگور سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا کوئی وصف بیان کیے بغیر چھوڑ دیا گیا ہے، دوسری چیز رزقِ حسن اور وہ مشروبات ہیں جو نشہ لانے والے اور عقل پر چھا جانے والے نہیں، ان کے متعلق کہا گیا کہ یہ رزقِ حسن ہیں، سکر کو رزقِ حسن نہیں کہا گیا، پھر عطف خود مغایرت کا متقاضی ہے اس سے معلوم ہوا کہ شراب رزقِ حسن نہیں ہے۔ شراب کی حرمت کے لیے ذہنوں کو تیار کرنے کا یہ پہلا مرحلہ تھا۔ دوسرا مرحلہ اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد تھا۔

یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما
اثم کبیر و منافع للناس واثمھما اکبر
من نفعھما ط (پ ۲ سورہ البقرہ ۲ آیت ۲۱۹)

ترجمہ: آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے فائدے ہیں اور ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑھ کر ہے۔

یسئلونک عن الخمر والمیسر سے معلوم ہوتا ہے کہ معاشرہ میں ان دونوں چیزوں کے بارے میں سوالات پیدا ہو رہے تھے اور لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کا حکم پوچھتے تھے جو اس آیت کی شانِ نزول کے سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے کہا اے اللہ ہمارے لیے شراب کے بارے میں اپنے حکم کی وضاحت کر دیجئے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس۔ پہلے گناہ کبیرہ اور منافع کا ذکر ہوا پھر کہا اثمھما اکبر من نفعھما۔ یعنی ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑھ کر ہے۔ اب جس چیز کا گناہ اس کے فائدے سے بڑھ کر ہو وہ مستحسن نہیں ہو سکتی اور نہ ہی شریعت اسے مباح کر سکتی ہے، لیکن اس کے باوجود اس کی حرمت کی صراحت نہیں کی گئی اور صرف اتنی بات کہنے پر اکتفا کیا گیا اثمھما اکبر من نفعھما اور دوسری تمہید کے بعد تیسرے مرحلہ پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

یا ایھا الذین اٰمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ
وانتم سکاریٰ حتیٰ تعلموا ما تقولون
(پ ۵ سورہ نساء آیت)

ترجمہ: اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ۔ یہاں تک کہ جو تم کہو اس کو سمجھنے لگو۔

اس آیت نے شراب اور نشہ کی تحریم کر دی، لیکن یہ جزئی حرمت تھی یعنی یہ کہ نماز کی حالت میں نشہ حرام ہے اس کے علاوہ دوسرے اوقات کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں کی گئی۔

اس تیسرے مرحلہ نے ذہنوں کو بالکل تیار کر دیا اور اب آخری

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

فظ عبدالباسط جلالوی

مصیبت پر صبر کا ثواب

حقیقتِ صبر

مصیبت پر صبر کرنے کا بہت بڑا درجہ ہے۔ رہی یہ بات کہ صبر کی حقیقت کیا ہے تو کہا گیا ہے کہ صبر نفس کو اطاعتِ خداوندی پر روکے رکھنا اور اسے خدا کی نافرمانی سے دور کرنا اور حادثات و نوائب پر عدم جزع فزع کرنا ہے اور ابراہیم خواصؒ نے فرمایا کہ صبر کتاب و سنت پر ثابت قدمی ہے اور استاد ابو علی الدقاق نے فرمایا کہ صبر کی حقیقت یہ ہے کہ انسان مقدر پر ناراضگی کا اظہار نہ کرے۔ باقی مصائب و شدائد کا اظہار بغیر شکوہ شکایت کے تو یہ صبر کے منافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کے حق میں فرمایا اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا حالانکہ انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ۔ امام احمدؒ نے فرمایا قرآن مجید میں ستر مقامات میں صبر کا ذکر ہے اور یہ نصف ایمان ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے روشنی قرار دیا ہے۔ اور فرمایا صبر تمام کا تمام خیر و بھلائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صبر کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی اور صبر کے ذریعہ انسان ایسا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے جسے وہ عام اعمال صالحہ کے ساتھ حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ابن ماجہ میں ہے انسان کے ایمان کے مطابق اس کی آزمائش ہوتی ہے سب سے زیادہ آزمائش انبیاءؑ کی ہوتی ہے۔ نیز جتنی سخت مصیبت ہوگی۔ اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔

خدا کو پسند دو گھونٹ

حسن بصریؒ نے فرمایا کہ انسان اپنی حیات میں جتنے گھونٹ پیتا ہے ان میں سب سے زیادہ پسند خدا کو دو گھونٹ ہیں۔ ایک مصیبت پر صبر، اور دوسرے غصہ کو پی جانا۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ اخلاق میں میری اقتدا کیجئے اور میرے اخلاق سے ایک یہ ہے کہ میں صابر ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جو کچھ تم چاہتے ہو ہرگز نہ پاؤ گے اس چیز پر جس کو تم چاہتے ہو۔

تسلی کا طریقہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو تسلی دینے اور تعزیت کا طریقہ بتلاتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان کو کوئی مصیبت یا تکلیف لاحق ہو۔ تو دوسرے مسلمان کو چاہیئے اس کی تسلی کرے اور تسلی دینے کی بہترین صورت یہ ہے اس کے ذہن میں یہ حقیقت بٹھلائے کہ دیکھو مسلمانو کو جو سب سے زیادہ اور بڑی مصیبت پہنچی ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ اقدس کا اس دنیا سے اٹھ جانا ہے اور آپ کی یہ مصیبت پیغمبر علیہ السلام کی مصیبت سے کم تر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہر مصیبت کا عوض ہے مگر اس مصیبت کا کوئی عوض نہیں۔ آپ کی وفات کی وجہ سے آسمانی وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ آپ مومنین کے لئے رحمت تھے۔ آپ کی وفات کی وجہ سے مسلمان اتنی بڑی نعمت سے محروم ہو گئے۔ جس کا تصور بھی ناممکن ہے اور صحابہ کرام رضی کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی مٹی سے ابھی ہاتھ بھی نہیں جھاڑنے پائے تھے کہ ہمارے دل متغیر ہو گئے تھے (انتہیٰ موطا مع شرح زرقانی۔

حضرات اسلاف کا مصائب میں طریقِ کار

ترمذی کی حدیث میں ہے۔ مصیبت زدہ کی تعزیت کرنے والے کو مثل مصیبت زدہ کے اجر ملتا ہے اور بزرگانِ دین مصائب و بلا کو نعمت تصور کرتے تھے وہب بن منبہؒ فرماتے تھے کہ جو شخص بلا کو نعمت اور رخا و نرمی کو مصیبت تصور نہ کرے تو وہ فقیہہ نہیں ہے۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا جو شخص ہر رات ایک سوکھی ہوئی روٹی کا ٹکڑا پاکر کھالے یہ فقیر نہیں، فقیر تو وہ ہے جو کچھ نہ پائے۔ اسلاف کرام کو اگر اولاد و آباء کے سلسلے میں کوئی حادثہ پیش آجاتا تو وہ اللہ کی قضا و اوامر پر بکثرت رضا و تسلیم کو اختیار کیا کرتے

تھے۔ اور اپنے ارادہ پر ارادۂ خداوندی کو ترجیح دیتے تھے۔ ابن کثیرؒ فرماتے تھے موت کے بعد جزع فزع کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس کے ذریعہ گئی ہوئی چیز واپس نہیں ہوتی۔ حاتم اصمؒ نے فرمایا اگر تم صاحب مصیبت کو دیکھو کہ اس نے کپڑے پھاڑ دیئے اور جزع فزع کر رہا ہے تو اس کی تعزیت نہ کرو۔ کیونکہ وہ گناہ میں مبتلا ہے اور تعزیت کرنے کی صورت میں تم اس کے گناہ میں شریک ہو جاؤ گے لہذا تم پر واجب ہے کہ اسے اس فعل سے روکو۔ حدیث میں ہے کہ انسان کے سعادت مند ہونے کی نشانی یہ ہے کہ وہ خدا کے فیصلہ پر راضی ہو۔ اب رہی یہ بات کہ مصائب۔ عذاب یا اجر کا ذریعہ تو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں۔ مصائب و بلیات کے تین درجے ہیں اور وہی ان کی پہچان ہیں۔ اگر مصائب کی وجہ سے انسان ناراضگی کا اظہار کرے تو یہ عذاب اور اگر مصیبتوں پر صبر کرے تو یہ باعث تکفیر ذنوب اور گناہوں کے جھڑنے کا سبب اور صبر کے ساتھ ساتھ اس کے دل میں انشراح صدر بھی ہو پھر باعث زیادتی اجر و ثواب ہے۔

دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے

حدیث شریف میں ہے۔ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے اور اس حدیث کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ مومن کا ایمان اسے ممنوعات سے مقید کر دیتا ہے۔ اور برے کاموں سے روکتا ہے برخلاف کافر کے کہ وہ ہر قسم کے تصرفات بلا روک ٹوک کرتا ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ مومن اگرچہ تمام انسانوں سے زیادہ اچھی اور بہترین زندگی بسر کر رہا ہو۔ پھر بھی جس جنت کا اس سے وعدہ ہے۔ یہ دنیوی عیش و عشرت اس کے مقابلہ میں جہنم ہے اور کافر کا معاملہ برعکس ہے۔ اگر وہ دنیا میں سب سے زیادہ تنگدستی و عسرت میں مبتلا ہو پھر بھی یہ دنیا جہنم کے مقابلہ میں اس کے لئے جنت ہے۔

وہ پہلا خلیفہ جس نے اپنی تعزیت کی

خلیفہ ولید بن عبدالملک نے اپنے والد کی وفات پر اپنی تعزیت کی اور اپنے نفس کو خلافت کی مبارکباد دی۔
چنانچہ والد کی وفات کے بعد پہلے منبر پر اس نے اللہ کی تعریف و ثنا کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا پھر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھ کر کہا۔ ہائے امیر المومنین کی وفات کی وجہ سے کتنی بڑی عظیم الشان اور عام درد پہنچانے والی مصیبت لاحق ہوئی۔ اور خلافت کی کتنی بڑی عظیم الشان نعمت مجھے ملی ہے جس کا شکر مجھ پر واجب ہے جب عوام نے بیعت کر لی تو باپ کی نشست گاہ پر بیٹھا اور اپنے خاندان کے افراد کو اتحاد و اتفاق کی تلقین کی اور حسد و بغض و کینہ کے خاتمہ پر انہیں متوجہ کیا۔ (اخبار الاولیٰ صـ ۵۳)

بقیہ شریعت کے استحکام کی بنیادیں

مرحلہ آپہنچا۔

يا ايها الذين امنوا انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون ۰ (پ سورہ المائدہ ۵ آیت ۹۰)

ترجمہ: اے مومنو! شراب، جوا، بت اور فال شیطان کے گندے کاموں میں سے ہے۔ پس ان سے اجتناب کرو شاید کہ تم فلاح پالو

یہ واضح اور قطعی تحریم تھی۔

آپ اسلام کا اسلوب دیکھیے کہ اس نے شراب کی حرمت کا حکم کس طرح دلوں میں جاگزیں کیا۔ شراب ان کی محبوب ترین چیز تھی۔ ان کی فطرت کا جزو بن چکی تھی۔ اس حد تک کہ یہ روایت ہے کہ مشہور شاعر اعشیٰ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے لیے ناقہ پر سوار ہو کر چلا، کسی نے پوچھا، کہاں کا ارادہ ہے؟ تو کہا میں محمدؐ کے پاس جا رہا ہوں تاکہ مسلمان ہو جاؤں۔ لوگوں نے کہا کہ وہ یہ اور یہ حکم دیتے۔ اعشیٰ نے جواب دیا۔ میں ان کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔ پھر کہا گیا کہ وہ ان چیزوں سے روکتے ہیں۔ جواب ملا میں ان کے تمام نواہی تسلیم کروں گا

آخر میں لوگوں نے کہا اے ابو بصیر (اعشیٰ کی کنیت) وہ شراب پینے کو بھی منع کرتے ہیں اور اعشیٰ یہ برداشت نہ کر سکا اس نے کہا میں شراب پینے سے باز نہیں آ سکتا۔ اس لیے واپس جاتا ہوں۔ اب میں انتظار کروں گا کہ کب بوڑھا ہو جاؤں اور شراب سے دل بھر جائے تو پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آؤں، لیکن اس کے بعد وہ اونٹنی سے گر کر مر گیا۔

عام طور پر عربوں کی حالت بالعموم اس شخص کی مانند تھی کہ جس کے دل میں شراب کی محبت اس قدر گھر کیے ہوئے تھی اس لیے اسلام نے یہ طریقہ اختیار نہیں کیا کہ ان کو ایک دم شراب کے مٹکے توڑنے کا حکم دے دے۔ بلکہ اس کے لیے رفتہ رفتہ میدان ہموار کیا۔

فہرست شرکاء دورۂ تفسیر قرآن ۱۳۹۶ھ

مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ دروازہ لاہور

یہ فہرست ان خوش نصیب طلباء کی ہے جنہوں نے کامیابی حاصل کر کے سندات حاصل کیں ۔ (ادارہ)

نمبر شمار	نام	جائے سکونت	حاصلکردہ نمبر	نمبر شمار	نام	جائے سکونت	حاصلکردہ نمبر
۱	مولوی محمد ابراہیم آدم	افریقہ	۹۲ - اول	۲۴	مولوی عبدالرحمان خاں	بھائی پھیرو (قصور)	۴۵
۲	مولوی محمد صدیق فیضی	لاہور	۹۰ دوم	۲۵	مولوی عبدالخالق ناصر	بلوچستان	۴۰
۳	حافظ حفیظ الرحمٰن	بنوں	۸۵ سوم	۲۶	قاری محمد عبدالغنی	لاہور	۴۰
۴	مولوی نصر اللہ	بلوچستان	۴۰	۲۷	مولوی عنایت اللہ	ملتان	۴۰
۵	حافظ محمد یوسف خاں	لاہور	۷۰	۲۸	حافظ بشیر احمد قاسمی	سکھر	۴۰
۶	مولوی ذکاء اللہ	سندھ	۴۰	۲۹	حافظ محمد عبداللہ	شیخوپورہ	۴۵
۷	مولوی محمد اکبر عابد	قصور	۴۰	۳۰	مولوی محمد احسن	سکھر	۴۰
۸	مولوی عبید اللہ احرار	ملتان	۴۰	۳۱	مولوی محمد انور	کوٹ عبدالمالک	۶۰
۹	حافظ غلام مرتضیٰ	ہزارہ	۵۵	۳۲	مولوی عزیز الرحمان	ڈیرہ اسمٰعیلخان	۶۰
۱۰	مولوی محمد شفیق دولت زئی	بلوچستان	۴۵	۳۳	مولوی محمد اقبال	لائلپور	۴۰
۱۱	مولوی عبدالحمید	جلالپور ملتان	۴۰	۳۴	مولوی عبید اللہ	ملتان	۴۵
۱۲	مولوی رحمت اللہ	ساہیوال	۵۵	۳۵	حافظ نذیر احمد	سرگودھا	۴۰
۱۳	مولوی علم الدین	ڈیرہ اسمٰعیلخان	۴۵	۳۶	مولوی عبدالباری	شکارپور سندھ	۴۰
۱۴	مولوی محمد رمضان	قصور	۴۰	۳۷	قاضی غلام مرتضیٰ	ہزارہ	۴۰
۱۵	مولوی نیک محمد مینگل	خیرپور سندھ	۶۰	۳۸	مولوی جمال الدین	دیر	۵۵
۱۶	مولوی محمد ابراہیم	آزاد کشمیر	۵۵	۳۹	مولوی غلام رسول	لاہور	۴۰
۱۷	مولوی محمد زمان	لکی مروت بنوں	۵۰	۴۰	مولوی محمد الیاس	بہالنگھ	۴۰
۱۸	حافظ محمد رمضان	لاہور	۴۰	۴۱	حافظ غلام محمد	—	۴۰
۱۹	مولوی عبدالرحیم بنوں	بنوں	۵۰	۴۲	حافظ محمد سلیم انور	کیمبل پور	۵۵
۲۰	مولوی غلام اکبر قاسمی	سکھر سندھ	۴۰	۴۳	مولوی اختر محمد	افغانستان	۴۵
۲۱	مولوی غلام رسول	لاہور	۴۰	۴۴	مولوی عبید اللہ	ڈیرہ اسمٰعیلخان	۵۵
۲۲	مولوی عبدالباقی	بلوچستان	۴۰	۴۵	مولوی عبدالجلال	سوات	۴۰
۲۳	مولوی محمود	بنوں ۶۰	۶۰	۴۶	حافظ محمد زرین عباسی	کوہ مری	۴۵

نمبر شمار	نام	جائے سکونت	حاصل کردہ نمبر
۴۷	مولوی محمد شعیب	ساہیوال	۴۵
۴۸	مولوی محمد افغانی	کراچی	۴۵
۴۹	مولوی محمد بلال	شاکر آباد	۴۰
۵۰	مولوی دین محمد	مظفر گڑھ	۴۰
۵۱	مولوی محمد یٰسین خان	لاہور	۶۰
۵۲	مولوی عبدالحق	پشاور	۵۰
۵۳	مولوی عبدالقادر	سکھر	۴۰
۵۴	حافظ محمد طیب	ملتان	۴۰
۵۵	مولوی غلام رسول	چنیوٹ	۵۵
۵۶	مولوی محمد یونس	گوجرانوالہ	۴۵
۵۷	مولوی سخی الزمان	بنوں	۴۵
۵۸	مولوی خلیل احمد	چنیوٹ	۵۰
۵۹	مولوی ولی محمد	گلگت	۴۵
۶۰	مولوی سلطان احمد	ٹانک	۴۵
۶۱	مولوی غلام مصطفیٰ	شیخوپورہ	۴۰
۶۲	مولوی بادشاہ گل	سوات	۵۰
۶۳	مولوی محمد خلیق	سوات	۴۰
۶۴	مولوی محمد یوسف	قصور	۴۰
۶۵	حافظ بشیر احمد	لاہور	۴۵
۶۶	مولوی محمد صالح	سجاول سندھ	۴۵
۶۷	مولوی مختار احمد	قصور	۴۵
۶۸	مولوی محمد نواز	جھنگ	۴۰
۶۹	مولوی نذیر احمد	مظفر گڑھ	۵۵
۷۰	مولوی رشید احمد میواتی	"	۴۵
۷۱	مولوی محمد امین	لاہور	۴۰
۷۲	مولوی غلام یاسین	بہاولپور	۵۰
۷۳	مولوی شمس الحق	افغانی	۴۰
۷۴	مولوی محمد یوسف علوی	—	۴۵
۷۵	مولوی عبدالخالق	آزاد کشمیر	۵۰
۷۶	مولوی محمد افضل	"	۴۵
۷۷	مولوی شمس العالم	برما	۴۰
۷۸	مولوی وزیر الدین	سکھر	۴۰

نمبر شمار	نام	جائے سکونت	حاصل کردہ نمبر
۷۹	مولوی عبدالسمیع	پنوں عاقل سندھ	۵۰
۸۰	مولوی محمد ابراہیم بازی	بلوچستان	۶۵
۸۱	مولوی محمد انور	چنیوٹ	۴۰
۸۲	سید سلطان علی شاہ	جھنگ	۴۵
۸۳	مولوی عنایت اللہ	گلگت	۵۰
۸۴	مولوی محمد انور	بلوچستان	۷۵
۸۵	قاری محمد اصغر	بھائی پھیرو قصور	۴۵
۸۶	مولوی محمد ادریس ظفر	مظفر گڑھ	۵۰
۸۷	مولوی خلیل الرحمٰن	گجرات	۴۰
۸۸	مولوی بشیر احمد	بہاولنگر	۴۰
۸۹	مولوی شبیر احمد	گجرات	۴۰
۹۰	مولوی وزیر احمد خان	میواتی	۴۰
۹۱	مولوی حبیب الرحمٰن	سرگودھا	۴۰
۹۲	مولوی شفیع الرحمٰن	ملتان	۴۰
۹۳	مولوی محمد یونس	ہزارہ	۵۰
۹۴	مولوی محمد انور شاہ	بلوچستان	۴۵
۹۵	مولوی کلیم اللہ	بنوں	۵۰
۹۶	قاری احمد حسن	وزیرستان	۴۰
۹۷	حافظ رشید احمد رشیدی	بہاولنگر	۴۵
۹۸	مولوی عبدالرحیم	سکھر	۴۰

ماخوذ من الدر المنثور

تحقیق الامام جلال الدین السیوطی رح

تلخیص و ترتیب زاہد الراشدی

بہترین عمل • اللہ تعالٰے کا صدقہ • رحمت کا نزول • جنت کے باغ

اللہ کا ذمہ

ابن علالؒ، سلیمیؒ اور ابن عساکرؒ حضرت ابو ہند الداری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں تم مجھے اطاعت کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں مغفرت کے ساتھ یاد کروں گا پس جس نے مجھے اس حال میں یاد کیا کہ وہ میرا فرمانبردار ہے تو مجھ پر حق ہے کہ میں اسے مغفرت کے ساتھ یاد کروں اور جس نے مجھے اس حال میں یاد کیا کہ وہ میرا نافرمان ہے تو مجھ پر حق ہے کہ میں اسے ناراضگی سے یاد کروں۔

اللہ تعالٰے کی شکر گزاری

ابن ابی الدنیاؒ ابن ابی حاتمؒ اور بیہقیؒ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسٰی علیہ السلام نے اللہ تعالٰے سے دریافت کیا کہ یا اللہ میں آپ کا شکر کیسے ادا کروں؟ اللہ تبارک و تعالٰے نے فرمایا مجھے یاد رکھ اور بھلا نہ دے پس جب تم نے مجھے یاد کیا تو میرا شکر ادا کیا اور جب مجھے بھلا دیا تو میری ناشکری کی۔

چار کے بدلے چار

طبرانیؒ ابن مردویہؒ اور بیہقیؒ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص چار عمل کرے گا اسے ان کے بدلے چار چیزیں دی جائیں گی اور اس کی تفسیر قرآن کریم میں ہے (۱) جس نے اللہ کا ذکر کیا اللہ تعالٰے اس کا ذکر کریں گے کیونکہ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا (۲) جس نے دعا کی اس کی دعا قبول کی جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں تم مجھے پکارا کرو گے میں تمہاری دعا قبول کروں گا (۳) جس نے اللہ تعالٰی کی نعمتوں کا شکر ادا کیا اللہ تعالٰے اسے زیادہ دیں گے کیونکہ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں اگر تم شکر گزاری کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا (۴) جس نے اللہ تعالٰی سے مغفرت طلب کی۔ اللہ تعالٰے اسے ضرور بخش دیں گے کیونکہ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں اپنے رب سے بخشش مانگو وہ بخشنے والا ہے۔

ظالموں کو ذکر سے ممانعت

ابن ابی شیبہؒ احمدؒ اور بیہقیؒ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالٰے نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ ظالموں سے کہہ دیں وہ میرا ذکر نہ کیا کریں کیونکہ مجھ پر حق ہے کہ میں اس کا ذکر کروں جس نے میرا ذکر کیا ہے اور ظالموں کے بارے میں میرا ذکر یہ ہے کہ میں ان پر لعنت بھیجوں۔

اطاعت خداوندی

سعد بن منصورؒ ابن المنذرؒ اور بیہقیؒ حضرت خالد بن ابی عمران رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالٰے کی اطاعت کی اس نے خدا کا ذکر کیا اگرچہ اس کی (نفلی) نمازیں، روزے اور تلاوت قرآن پاک کم ہو اور جس نے اللہ تعالٰے کی نافرمانی کی اس نے خدا کو بھلا دیا ہے اگرچہ اس کی نمازیں روزے اور تلاوت قرآن پاک زیادہ ہو۔

اللہ تعالٰے کی توجہ

احمدؒ بخاریؒ مسلمؒ ترمذیؒ نسائیؒ ابن ماجہؒ اور بیہقیؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اپنے بارے میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ میرا ذکر اپنے جی میں کرتا ہے تو میں اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر مجلس میں کرتا ہے تو میں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ میری طرف ایک بالشت آتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ آتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میری طرف آتا ہے تو میں اس کی طرف ایک گز

بڑھتا ہوں۔ اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

پسندیدہ عمل ابن ابی الدنیا رحؒ بزارؒ ابن حبانؒ طبرانیؒ اور بیہقیؒ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آخری بات سنی اور جس کے بعد میں آپ سے جدا ہو گیا وہ یہ تھی کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل یہ ہے کہ تو اس حالت میں دنیا سے رخصت ہو کہ تیری زبان اللہ تعالےٰ کے ذکر کے ساتھ تر ہو۔

جدوجہد کی تلافی بزارؒ طبرانیؒ اور بیہقیؒ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے جو شخص اس بات سے عاجز ہو کہ رات کو عبادت کی مشقت اٹھا سکے اور مال خرچ کرنے میں بخل کرتا ہو اور دشمن کے حملے کے وقت مقابلہ کی ہمت نہ رکھتا ہو تو اسے چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرے۔

چار بہترین چیزیں بزارؒ طبرانیؒ اور بیہقیؒ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جسے چار چیزیں مل گئیں اسے دنیا و آخرت کی بہترین چیزیں مل گئیں (۱) شکر کرنے والا دل (۲) ذکر کرنے والی زبان (۳) مصائب پر صبر کرنے والا بدن (۴) اور جان و مال میں خاوند کی امانت میں خیانت نہ کرنے والی بیوی۔

اللہ تعالےٰ کا صدقہ ابن ابی الدنیاؒ حضرت ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر دن اور رات کو اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر صدقہ کرتے ہیں جس کے ساتھ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں احسان فرماتے ہیں اور کسی بندے پر اللہ تعالےٰ کا اس سے افضل احسان کوئی نہیں کہ اسے ذکر کی توفیق دے دیں۔

رحمت کا نزول ابن ابی شیبہؒ، احمدؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ، ابن ماجہؒ اور بیہقیؒ حضرت ابوہریرہ و ابوسعید رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی کوئی گروہ اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھتا ہے تو اللہ تعالےٰ کی رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے اللہ تعالےٰ کے فرشتے اس گروہ کو گھیر لیتے ہیں ان پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے سکون نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ اپنی مجلس میں اس گروہ کا ذکر فرماتے ہیں۔

ذکر نہ کرنے پر حسرت طبرانیؒ اور بیہقیؒ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت اپنی دنیاوی زندگی کی اس گھڑی پر حسرت کریں گے۔ جس میں وہ اللہ تعالےٰ کا ذکر نہیں کرتے تھے۔

فرشتوں کی گواہی بخاریؒ مسلمؒ اور بیہقیؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالےٰ کے کچھ فرشتے راستوں میں چلتے رہتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے ذکر کی مجلس تلاش کرتے ہیں پس جب کسی قوم کو اللہ تعالےٰ کے ذکر میں مشغول دیکھتے ہیں تو دوسرے فرشتوں کو یہ کہہ کر بلاتے ہیں کہ یہاں آؤ اپنے مقصد کی طرف پھر اس مجلس والوں کو اپنے پروں کے ساتھ آسمان تک گھیر لیتے ہیں اور جب فارغ ہوتے ہیں تو آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں پھر اللہ تعالےٰ ان سے پوچھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ خود جانتے ہیں (لیکن اشتیاق کے اظہار کے لئے سوال کرتے ہیں) کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم آپ کے ان بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو آپ کی پاکیزگی کا اقرار کر رہے تھے آپ کی بڑائی اور بزرگی بیان کر رہے تھے۔ اللہ تعالےٰ پوچھتے ہیں کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو کیا کریں گے؟ فرشتے کہتے ہیں اگر وہ لوگ آپ کو دیکھ لیں تو وہ پہلے سے زیادہ عبادت کریں گے اور آپ کی تسبیح و تحمید زیادہ کریں گے اللہ تعالےٰ پوچھتے ہیں کہ وہ لوگ کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے بتاتے ہیں کہ وہ لوگ آپ سے جنت کے طلبگار ہیں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو کیا کریں گے؟ فرشتے کہتے ہیں اگر وہ لوگ جنت کو دیکھ لیں تو اس کی رغبت طلب اور حرص پہلے سے زیادہ کریں گے۔ اللہ تعالےٰ پوچھتے ہیں کہ وہ لوگ کس

(باقی صفحہ ۲۳)

ہمارے اسلاف

ایک مجاہد ایک مناظر

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ

مرسلہ: حافظ عبدالحکیم، جھنگ

سلطان عبدالعزیز خاں ترکی کی خواہش اور صدرِ اعظم خیرالدین پاشا تونسی کی تحریک پر مولانا رحمت اللہؒ نے عیسائیت پر ایک محققانہ اور مدلل کتاب تالیف کی پادری فانڈر نے اسلام کے خلاف "میزان الحق" کے نام سے جو زہر اگلا تھا اس کا تریاق "اظہار الحق" میں پیش کیا تھا یہ کتاب عیسائیت پر اتمام حجت کا درجہ رکھتی ہے ۱۸۹۱ء میں اس کا انگریزی ENGLISH ترجمہ شائع ہوا تھا۔ ٹائمز آف لندن TIMS OF LONDON نے لکھا اگر لوگ یہ کتاب پڑھتے رہے تو دنیا میں عیسائی مذہب کی ترقی رک جائے گی۔ ۱۱ جنوری ۱۶۱۲ء کو جہانگیر کے عہد میں انگریز نے برصغیر میں تجارت شروع کرنے کی غرض سے ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی مغلوں کی عظیم قوت روبزوال تھی اور حالات دن بدن بگڑتے جا رہے تھے اورنگ زیب عالمگیرؒ کی جواں ہمتی اور اولوالعزمی نے کچھ دنوں سہارا دیا۔ لیکن اس کی وفات کے بعد وہ تمام برائیاں ظاہر ہو گئیں جن پر عالمگیرؒ کی فتوحات اور دین پسندی کی وجہ سے پردہ پڑا ہوا تھا۔ انگریز نے پر پرزے نکالنے شروع کیے اور اٹھارویں صدی کے نصف اول تک اس قابل ہو گئے کہ دیسی ریاستوں پر حملہ آور ہونے کے خواب دیکھنے لگے۔ چنانچہ ۱۷۵۷ء میں پلاسی کی جنگ ہوئی اور میر جعفر کی غداری کی بناء پر کمپنی کامیاب ہوئی۔ اگرچہ میر جعفر بنگال کا صوبیدار مقرر ہوا لیکن وہ "مردہ بدست زندہ" تھا۔ صحیح حکمران "کمپنی بہادر" ہی تھی سلطان ٹیپو نے غیر ملکی سامراج کو روکنے کے لیے جو عظیم منصوبہ بنایا تھا میر صادق کی بے وفائی اور ملت دشمنی کی وجہ سے خاک میں مل گیا اور سرنگاپٹم میں بہادری سے لڑتا ہوا یہ مجاہد ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو جام شہادت نوش کر گیا۔ اسی سال شاہ زمان والی کابل نے رنجیت سنگھ کو پنجاب میں صوبیدار مقرر کیا جس نے خود مختاری کا اعلان کر کے ۱۸۱۸ء میں ملتان فتح کر لیا جہاں مظفر خان عالی ہمتی سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ سکھوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو دیکھتے ہوئے حضرت سید احمد شہیدؒ نے تحریک مجاہدین کا آغاز کیا اور کچھ عرصہ اس عفریت کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ لیکن مئی کے آخر ۱۸۳۱ء میں مجاہدین کی دردناک شکست کے بعد سکھوں کے قدم مزید مضبوط ہو گئے اور سکھوں کا اقتدار پشاور تک جا محیط ہوا۔ ۱۸۴۳ء میں کمپنی نے سندھ کا الحاق کر لیا ۱۸۵۶ء میں واجد علی شاہ کو گرفتار کر کے کلکتہ پہنچا دیا گیا اور اودھ کو کمپنی نے ملحق کر لیا۔ بہادر شاہ ظفر کی سلطنت سمٹ کر لال قلعہ تک محدود ہو گئی تھی اور بچے کھچے والیان ریاست برائے نام حاکمیت کے مالک تھے۔

عیسائیت کا سیلاب

جسمانی فاتح روحانی و مذہبی فاتح بننے کی کوشش میں عیسائیوں پادریوں کا ایک طوفان امنڈ آیا۔ دہلی میں پریس لگ گئے۔ رسائل پمفلٹ اور تبلیغ عیسائیت سے متعلق دوسرا لٹریچر نہایت تیزی سے چھپنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ملک کی مختلف زبانوں میں لٹریچر تیار ہو گیا۔ یہ یلغار انیسویں صدی کے وسط تک انتہا کو پہنچ گئی۔ عیسائی پادری چوراہوں پر کھڑے ہو کر لیکچر دیتے پمفلٹ تقسیم کرتے اور عوام کو تشکیک و تذبذب کے دل دل میں پھنسا کر چشمہ دے لیتے اس طوفان کا مقابلہ مدرسہ کی چہار دیواری یا مسجد کے محراب سے ممکن نہ تھا۔ بلکہ ایسے مجاہدوں کی ضرورت تھی جو انھیں پادریوں کی طرح چیلنج دیتے اور عیسائیت کا تعاقب کرتے۔

پادری فنڈر

۱۸۵۴ء میں یورپ سے "ڈاکٹر کارل فنڈر" ہند آیا جو ایک جرمن مشن تھا اور جسے روسی سلطنت کے جورجیا کے قلعہ شوشا سے بدر کر دیا گیا تھا۔[1] فانڈر عربی فارسی میں خاصی دستگاہ رکھتا تھا۔ اسلامی ماخذوں کا براہِ راست مطالعہ کر چکا تھا۔

اور اسلام پر اعتراض کرتا پھرتا تھا۔ یہاں کے سادہ لوح علماء نے تورات و انجیل کی طرف زیادہ توجہ نہ دی تھی۔ پادری فانڈر دندنا رہا تھا۔

---

[1] اہلِ مسجد پادری بیدن جونز ص ۱۱۴

اور مشہور ہوگیا کہ پادری کے اعتراضات کا جواب دیا ہی نہیں جا سکتا۔

عیسائیوں کی بھرپور یلغار اور پادری فانڈر کے پروپیگنڈے کو بے اثر بنانے کے لیے دو دوست میدان میں اترے ایک حضرت مولانا رحمت اللہ تھے دوسرے ڈاکٹر وزیر خاں ان صفحات میں ہم مولانا رحمت اللہ کی زندگی پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

آباؤ اجداد

مولانا رحمت اللہ کے اجداد پانی پت کے رہنے والے تھے لیکن ان کے والد نجیب اللہ ترک وطن کر کے کیرانہ ضلع مظفر نگر میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ یہیں مولانا جمادی الاول ۱۲۳۳ھ بمطابق ۱۸۱۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی اور مزید تعلیم کے لیے دہلی کا رُخ کیا جو اس دور میں علم وادب کا مرکز تھا وہاں لال قلعہ کے نزدیک مولوی محمد حیات کی درس گاہ میں شامل رہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انھوں نے مولانا احمد علی[۲] اور مفتی سعد اللہ لکھنوی سے بھی اکتساب کیا۔

مطالعہ عیسائیت

قیام دہلی کے دوران عیسائی پادریوں کی تبلیغی سرگرمیاں دیکھیں اور مسلمانوں کو اس طوفان ضلالت سے بچانے کے لیے کمربستہ ہوتے اس عرصہ میں ڈاکٹر وزیر خاں (آگرہ) سے رسم و راہ ہوئی دونوں دوست عیسائیت کے مطالعہ میں غرق رہے اور قلیل مدت میں محنت اور دماغ سوزی سے اس حد تک استعداد بہم پہنچائی کہ گھنٹوں عیسائیت پر بے تکان گفتگو کرتے رہتے۔ انداز بیان اتنا موثر اور دل کش تھا کہ زبان سے نکلنے والی بات سیدھی دل میں گھر کر جاتی

پادری فانڈر سے مناظرہ

پادری فانڈر شہر بہ شہر پھرتا پھراتا آگرہ میں وارد ہوا اور اپنے روایتی انداز میں مناظرہ کا چیلنج دیا۔ ڈاکٹر وزیر خاں نے مولانا رحمۃ اللہ کو کیرانہ سے بلا بھیجا اور مناظرہ کی دعوت قبول کر لی رجب ۱۲۷۰ھ مارچ ۱۸۵۴ء کو آگرہ میں مناظرہ کا انتظام ہو گیا مناظرہ خاصا معرکہ آمیز تھا۔ لہٰذا دور ونزدیک سے امراء علماء اور عوام کھچ کر آ گئے دونوں فریق کی طرف سے دو دو مناظر مقرر ہوئے۔ عیسائیوں کی طرف سے مناظر اول پادری فانڈر مناظر دوم پادری والپی فرنچ تھا جو لاہور کا پہلا بشپ مقرر ہوا[۱]۔

ادھر مسلمانوں کی طرف سے مناظر اول مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی اور مناظر دوم ڈاکٹر وزیر خاں مقرر ہوئے۔ ان کے تعاون کے لیے مولانا فیض احمد بدایونی موجود تھے۔

مفتی انتظام اللہ شہابی اس مناظرے کی روداد بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ پہلا مسئلہ جس پر بحث ہوئی۔ انجیل و تورات کی تحریف کا تھا۔ بحث تمحیص کے بعد علانیہ سب کے سامنے پادری فانڈر کو اعلان کرنا پڑا کہ ہماری کتابیں محرف ہو چکی ہیں۔ لیکن صرف مسئلہ تثلیث میں تحریف نہیں ہوئی لوگوں کو حیرت ہوئی کہ جس کتاب کو خود مشکوک مان رہا ہے اس پر ایمان لانے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں الغرض شکست فاش کے ساتھ پادری فانڈر کو مجلس سے اٹھنا پڑا اور وہ آگرہ سے چلتا بنا[۱]۔

جنگِ آزادی

میرٹھ میں جنگِ آزادی کے شعلے بلند ہوئے تو ان کی تپش مظفر نگر میں بھی محسوس کی گئی اور مختلف شہروں اور قصبوں میں حالات دگرگوں ہو گئے۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی کیرانہ میں مجاہدین کے سالار تھے۔ مجاہدین کیرانہ میں گوجروں کی اکثریت تھی اور ان کی قیادت چودھری عظیم الدین کر رہے تھے لیکن تمام احکام مولانا رحمۃ اللہ صاحب کی طرف سے صادر ہوتے تھے۔ جامع مسجد کی سیڑھیوں پر نقارہ بجایا جاتا۔ لوگ جوق در جوق تازہ احکام سننے کے لیے دوڑے آتے پھر اعلان ہوتا "ملک خدا کا حکم مولوی رحمت اللہ کا"۔

اس کے بعد تازہ ترین صورت حال کے مطابق احکام جاری کیے جاتے تقریباً چار ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر انگریزی فوج کیرانہ آ پہنچی۔ محلہ دربار کے سامنے توپیں گاڑ دیں اور قصبہ بھر کی خانہ تلاشی شروع ہوئی۔ مولانا کو پہلے اطلاع مل گئی تھی چنانچہ وہ اپنے رفیقوں کی معیت میں گاؤں بنجیٹھ چلے گئے کیرانہ کی خانہ تلاشی کے بیکار جانے کی وجہ سے انگریزی فوج نے بنجیٹھ کا رُخ کیا۔ انگریز فوج آیا ہی چاہتی تھی کہ گاؤں کے نمبردار نے مولانا کا علمانہ لباس بدلوا کر گھسیارے کا لباس پہنا دیا۔ ہاتھ میں کھرپا دے کر گھاس کھودنے کے بہانے بیٹھے رہے اور ان کے بغل سے انگریزی فوج گھوڑے دوڑاتی ہوئی گزر گئی بنجیٹھ پہنچ کر تلاشی لی گئی۔ مگر گوہر مراد نہ ملنا تھا نہ ملا۔ مولانا بچتے بچاتے دہلی آئے۔ مولانا ذکاء اللہ لکھتے ہیں۔

مولوی رحمت اللہ اس ٹوہ میں آئے کہ دہلی میں جہاد کی کیا صورت ہے وہ بڑے عالم فاضل تھے۔ عیسائی مذہب کے رد میں صاحب تصنیف تھے۔ وہ قلعے کے پاس مولوی محمد حیات کی مسجد میں اترے اور اس

۱۔ المرقات الیقین

۱۔ اہل مسجد پادری بیون جونز ص ۱۱۵ ۲۔ ۱۸۵۷ء کے مجاہد

دانش مند مولوی کے نزدیک دہلی میں جہاد کی کوئی صورت نہ تھی بلکہ ایک ہنگامہ و فساد برپا تھا وہ یہ سمجھ کر اپنے وطن چلا گیا[۱]۔

مولوی ذکاء اللہ کے مندرجہ بالا بیان کے جملے محل نظر ہیں مولانا کی شخصیت کو دیکھتے ہوئے یہ بیان صحیح نہیں معلوم ہوتا حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا دہلی میں اس لیے نہ رہے کہ ان کے مفرور ہونے کی اطلاع دور نزدیک ہو چکی تھی۔ مولانا کی گرفتاری کے لیے انعام کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ مولانا نے اپنا نام بدل کر "مصلح الدین" اختیار کیا خدا معلوم کن راستوں سے ہوتے ہوئے اور تکالیف برداشت کرتے ہوئے سورت پہنچے وہاں سے جہاز کے ذریعہ مکہ معظمہ چلے گئے۔

جائداد کی ضبطی

مولانا کی ہجرت کے بعد سرکار انگریزی نے جائداد ضبط کر لی۔ اس معاملہ میں مخبری کرنے والا کوئی "کمال الدین" تھا۔ ۳۰ جنوری ۱۸۶۲ء کو ان کی قصباتی جائداد نیلام ہوئی۔ اس جائداد میں چھ سرائے شامل تھیں۔ ان کی جائداد ایک ہزار چار سو بیس روپے میں نیلام کر دی گئی۔

پادری فانڈر سے ایک اور مناظرہ :

پادری فانڈر ۱۸۶۶ء میں ہندوستان چھوڑ کر چلا گیا اور قسطنطنیہ جا بھگڈ مچائی۔ مولانا رحمت اللہ نے آگرہ مناظرے میں فانڈر کو بھگایا تھا۔ جس کی شہرت دور و نزدیک پھیل چکی تھی۔ چنانچہ سلطان کے حکم سے مناظرے کے لیے قسطنطنیہ پہنچے فانڈر کو دوبارہ ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ سلطان کی طرف سے مولانا کا پانچ صد روپے ماہوار وظیفہ مقرر ہوا۔

اظہار الحق سلطان عبدالعزیز خان ترکی کی خواہش اور صدر اعظم خیرالدین پاشا تونسی کی تحریک پر مولانا رحمت اللہ نے عیسائیت پر ایک محققانہ اور مدلل تالیف کی پادری فانڈر نے اسلام کے خلاف میزان الحق کے نام سے جو زہر اگلا تھا اس کا تریاق اظہار الحق میں پیش کیا گیا تھا۔ یہ کتاب عیسائیت پر انقلابی کا درجہ رکھتی ہے۔ ۱۸۹۱ء میں اس کا انگریزی ترجمہ شائع ہوا تھا تو ٹائمز آف لندن نے لکھا اگر لوگ یہ کتاب پڑھتے رہے تو دنیا میں عیسائیت کی ترقی رک جائے گی۔

مولانا رحمت اللہ نے قسطنطنیہ سے مراجعت کر کے کلکتہ کی ایک

مدرسہ صولتیہ

خاتون صولت النساء بیگم کے تیس ہزار کے عطیے سے ۱۲۹۲ھ میں مکہ معظمہ میں مدرسہ صولتیہ کے نام سے ایک درس گاہ قائم کی جو تا حال جاری ہے۔ مولانا آخری دنوں مدینہ منورہ گئے ہوئے تھے وہیں ۲۲ رمضان المبارک سنہ ۱۳۰۸ھ کو خدا کا بلاوا آگیا اور مدینہ منورہ کی خاک پاک میں سو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بقیہ : اللہ کا ذکر

سے پناہ مانگتے ہیں ؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ آگ سے پناہ مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے ؟ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ اگر وہ جہنم کو دیکھ لیں تو کیا کریں گے ؟ فرشتے کہتے ہیں اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیں تو اس سے زیادہ ڈریں گے اور زیادہ پناہ مانگیں گے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان لوگوں کو بخش دیا اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں شخص ان میں سے نہیں ہے وہ تو کسی ذاتی کام سے آیا تھا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ ایسی قوم ہے جن کے ساتھ بیٹھنے والا بھی نامراد نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا فخر ابن ابی شیبہؒ احمدؒ مسلمؒ ترمذیؒ اور نسائیؒ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کے ایک حلقہ کے پاس سے گزرے اور ان سے پوچھا تم کس لئے بیٹھے ہو ؟ انہوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور ہم پر احسان فرمایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم کیا واقعی تمہیں اسی چیز نے بٹھا رکھا ہے ؟ انہوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کی قسم واقعی ہمیں اسی غرض نے بٹھا رکھا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تہمت کی وجہ سے تمہیں قسم نہیں دلوائی لیکن میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے ہیں اور انہوں نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر کر رہے ہیں۔

جنت کے باغ احمدؒ اور ترمذیؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو ان میں سے پھل چن لیا کرو پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے باغ کون سے ہیں ؟ فرمایا اللہ کے ذکر کی مجالس ؛

۱؎ ذکاء اللہ ص ۶۷۵ ۲؎ الجمعیۃ مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۵۷ء بحوالہ ۱۸۵۷ء کے

ثمرات الاوراق (مسلسل)

انتخاب لاجواب

خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل صاحب مدظلہ

حقیقتِ نکاح حضرت علیؓ کی نگاہ میں :-

سُرُورُ شَهْرٍ، لُزُومُ مَهْرٍ، هُمُومُ دَهْرٍ، كُسُورُ ظَهْرٍ

ترجمہ :- ایک ماہ کی خوشی، مہر کی ذمہ داری، ساری عمر کا غم اور کمر توڑ بوجھ۔

(ملفوظ ص۴۸ حصہ ہفتم) حضرت عمرؓ کے پاس ایک کافر اپنے باپ اور دادا کی دو کھوپڑیاں قبر سے اکھاڑ کر لایا اور کہا دیکھئے یہ بالکل ٹھنڈی ہیں۔ اگر دوزخ کا عذاب ان پر ہوتا تو یہ گرم ہوتیں۔ چونکہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کوئی تکلف یا تصنع نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے بجائے خود جواب دینے کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا کہ وہ اس کا جواب دیں گے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ تشریف لائے اور ایک چقماق کا ٹکڑا منگوا کر اس شخص کے ہاتھ میں رکھا اور فرمایا دیکھو یہ بالکل ٹھنڈا ہے، پھر اُسے فرمایا کہ اس پر ایک پتھر سے چوٹ لگاؤ، جب اس نے ایسا کیا تو چقماق سے چنگاری پیدا ہوئی، فرمایا کہ دیکھو اس کے اندر آگ موجود ہے لیکن اوپر سے یہ بالکل ٹھنڈا ہے۔ اسی طرح کیا یہ ممکن نہیں کہ ان کھوپڑیوں میں در اصل آگ کا اثر ہو گو ہیں اوپر سے ٹھنڈی معلوم ہوتی ہیں۔

ایک یہودی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تمہارے پیغمبر کی وفات کو تیس سال بھی نہیں گزرے کہ تم میں تلوار چل گئی اور تم ایک دوسرے کا خون بہانے لگے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تم نے تو دریا سے پار ہوتے ہی جب کہ تمہارے تلوے بھی خشک نہ ہوئے تھے اپنے پیغمبر سے بت پرستی کی خواہش کی تھی تمہارا کیا منہ ہے جو مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہو تمہارے پاؤں میں تو سمندر کی نمی اور تری باقی تھی تو تم نے حضرت موسےٰ علیہ السلام سے کہا تھا اِجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ۔ اسی سلسلے میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو چند دراہم کی خاطر حواریوں نے گرفتار کرا دیا تھا اور برادرانِ یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کو چند کھوٹے دراہم کے عوض فروخت کر دیا تھا۔ وشروہ بثمن بخس دراهم معدودة (التقریریت حصہ اوّل مولانا احمد سعید دہلوی صفحہ۱۵)

دلائل متکلمین بر وحدانیت خدا۔ لو كان فيهما آلهة الا الله لفسدتا (انبیاء)۔ فارسی کا مشہور مقولہ دو بادشاہ در اقلیمے نگنجد۔

تائید۔ وما كان معه من اله اذا لذهب كل اله بما خلق ولعلا بعضهم على بعض (مومنون)۔

حضرت علیؓ کی عیادت کے لیے خلفاء ثلاثہؓ تشریف لے گئے۔ حضرت علیؓ بطورِ ضیافت تھال میں شہد ڈال کر لے آئے۔ اتفاق سے شہد میں بال گر پڑا، جب تھال رکھا گیا تو تھال کی سفیدی شہد کی شیرینی اور بال کی باریکی پر طبع آزمائی شروع ہو گئی۔ سب سے پہلے صدیق اکبرؓ نے فرمایا: الدين انور من الطشت وذكر الله احلى من العسل والشريعة ادق من الشعر

حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا :- الجنة انور من الطشت ونعيمها احلى من العسل والصراط ادق من الشعر۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا : القرآن انور من الطشت وقرائتها احلى من العسل وتفسيرها ادق من الشعر

حضرت علیؓ نے فرمایا :- الضيف انور من الطشت وكلام الضيف احلى من العسل وقلبه ادق من الشعر۔ بزرگوں کی دل لگی اس طرح

مجلسِ ذکر — ضبط و ترتیب : ادارہ

آخرت کی کامیابی یادِ خدا سے وابستہ ہے

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور زید مجدہم

بعد الحمد والصلوٰۃ :—

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا ۔ ۔ ۔ ۔ اَجْرًا عَظِیْمًا ۔ صدق اللہ العظیم۔

یہ ایک آیت کا ٹکڑا ہے۔ آیت سورۂ احزاب میں ہے۔ اکثر یہ پڑھی جاتی ہے لیکن حضرت رحمہ اللہ فرماتے کہ سبق بار بار دہرانا پڑتا ہے۔ جب تک ہمیں عمل کی توفیق نہ ہو جائے۔

تو فرمایا :—

"اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ تعالےٰ نے مغفرت اور بہت بڑا ثواب ان کے لیے تیار کر رکھا ہے۔"

جیسے امتحان میں کامیابی کے بعد سرخروئی کے دروازے کھل جاتے ہیں اور انسان اس کے بعد کامیاب و کامران و رخوش رہتا ہے اسی طرح اُس جہان میں جانے کے بعد یادِ الٰہی کے صدقہ کامیابی کے دروازے کھل جائیں گے اور پھر دائمی خوشی ہو گی، کوئی پریشانی اور خوف نہ ہو گا جیسے دنیا میں امتحان کی طیاری نہ کرنے والے، کتابیں اور مضامین محفوظ نہ کرنے والے اور اساتذہ کی خدمت میں جا کر علم حاصل نہ کرنے والے امتحان میں ناکام ہو کر پھر دائمی ذلت و شرمندگی کا شکار ہو جاتے ہیں ایسے ہی آخرت میں ہو گا۔ انہوں نے دنیا لہو و لعب میں گزاری اب ہاتھ ملیں گے۔

دنیا کے امتحانات اور گورکھ دھندے فکر معاش کے لیے ہیں۔ تجارت، ملازمت، زراعت کوئی بھی پیشہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر اخلاص سے دین کی خدمت کرے تو اللہ تعالیٰ خزانہ غیب سے عطا فرماتے ہیں اور ایسی جگہ سے دیتے جہاں سے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا لیکن اگر دین کو ذریعہ معاش بنائے اور نام و نمود کے لیے دنیا حاصل کرے تو اس کا نتیجہ ذلت ہی ہے اور کچھ نہیں۔ اور اس قسم کا آدمی آخرت میں ناکام ہو گا۔ ایسے ہی عبادات کا معاملہ ہے بدنی ہو یا مالی، وہ بھی رضاء الٰہی کی خاطر ہوں۔ ایک ہاتھ سے دے تو دوسرے کو خبر نہ ہو اور اگر عبادات میں ریا اور نمود آگئی تو پھر یہ شرک اصغر ہے اور باعث ذلت و رسوائی۔

اصل میں ایمان و عقیدہ کو مستحکم کرنا اور نیت کی اصلاح ہوتی ہے۔ جب ایسا ہو جائے تو پھر ذکر جہری ہو یا سری۔ گھر میں، مسجد میں، چلتے، بیٹھتے ہر حال میں فائدہ دیتا ہے۔ اور اس کے لیے دل کی صفائی از بس ضروری اسی کو قرآن نے تزکیہ کہا اور یہی انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کا جوہر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بعثتِ محمدی ؐ کے متعلق دعا کی تو اس میں ویزکیھم عرض کیا کہ وہ نبی لوگوں کا دل مانجھ کر صاف کر دے۔ وجہ یہ ہے کہ دودھ، گھی ڈالنے کے لیے برتن صاف کیا جاتا ہے اور اچھی طرح، تو نام اللہ جو سب سے بر تر و بلند ہے۔ اس کو دل میں ڈالنا ہے تو اس کی صفائی از بس ضروری ہے۔ اللہ والے یہی کام کرتے ہیں۔ وہ توبہ کراتے

ہیں۔ اس توبہ سے ان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ۔ کہ توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے گناہ کیا ہی نہیں اور بعض احادیث میں ہے کہ ایسے ہو جاتا ہے جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے آیا ہے۔

انسان گناہ کرتا ہے تو دل پر سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے۔ جیساکہ حدیث میں ہے اور یہ نقطے بڑھتے جاتے ہیں۔ با حضرتؒ حقوق کی تلفی کی مثالیں دیتے کہ دفتر میں کام نہ کیا، اخبارات پڑھنے، چائے پینے گپ ہانکنے میں وقت ضائع کر دیا، بہن کا حصہ نہ دیا، کارخانہ دار مزدور کا حق چھینتا ہے مزدور اس کا۔ کسان زمیندار کا اڑاتا ہے اور زمیندار کسان کا۔ ان چیزوں سے انتہائی نقصانات ہوتے ہیں، ان نقصانات کے ازالہ کے لیے ذکر ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کا صیقل بتایا۔

سب سے بڑا ذکر قرآن کریم ہے جس کو خدا نے خود ذکر فرمایا۔ اور یہ یا اللہ! یا رحمٰن وغیرہ بھی قرآن ہی کے الفاظ ہیں، نماز ذکر ہے۔ وضو اس ذکر یعنی نماز کی صحت کا باعث ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے بھی گناہ جھڑتے ہیں۔

آپ خدا کا شکر کریں کہ اس دورِ معصیت میں خدا نے یادِ الٰہی کی توفیق دی۔ ایک حدیث عرض کرکے ختم کرتا ہوں وقت کم ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کون سا مجاہد افضل ہے؟ فرمایا کثرت سے ذکر کرنے والا۔ پھر دوبارہ اس نے روزہ اور زکوٰۃ حتیٰ کہ مختلف اعمال کا پوچھا۔ ہر مرتبہ آپؐ کا جواب یہی تھا۔

اس کی توجیہہ یہ ہے کہ ہر عبادت کا خاص وقت ہے۔ اس وقت میں اس کی ادائیگی سب سے زیادہ ضروری ہے لیکن ذکر ایسا عمل ہے کہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت ہوتا ہے اور ہونا چاہیے۔ اس لیے وفاداری بشرط استواری عین ایمان کے مطابق ہر وقت یادِ خدا میں مصروف رہنا ہی زندگی کا حاصل ہے۔

یہ حدیث مسند احمد میں ہے اور مطلب بالکل واضح ہے کہ عبادات اور اعمال خیر کرنے والا وقت ضائع نہیں کرتا۔ وقت پر روزہ رکھا، وقت پر نماز پڑھی، وقت پر حج کیا باقی وقت یادِ الٰہی میں بسر کیا اور یہ اعمال بھی یادِ الٰہی میں ہیں۔

بہرحال خدا سے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں ہر وقت اپنی یاد میں مشغول رکھے۔